شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ ہی کرتے ہیں

سورہ شعرآ

اقبال کی زندگی کے مخفی پہلوں کا انکشافات

اقبال حقیقت کے آئینے میں

از

عبدالرؤف

ادارہ اقبال شناسی

میثم قادری

اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ کیا آپ نے انہیں نہ دیکھا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور بے شک وہ جو کہتے ہیں اس پر خود عمل نہیں کرتے۔ سواء ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے۔

(سورۃ شعراء آیت 224تا227)

اقبال

حقیقت کے آئینے میں

ادارہ اقبال شناسی

فہرست

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ العظیم والصلوۃ والسلام علی نبیہ الکریم اما بعد؛

افراط و تفریط اور کسی شخص کی محبت میں غلو کے ارتکاب سے انسان راہ اعتدال اور صراطِ مستقیم سے دور چلا جاتا ہے۔ انسانوں میں انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے علاوہ کوئی معصوم عن الخطا نہیں۔ لہذا جب باقی انسانوں سے غلطیاں ہو سکتی ہیں تو ہمیں کسی کی غلطی ماننے میں ہچکچاہٹ کیوں ہوتی ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ غلطی کی نوعیت مختلف ہے۔ ایک غلطی وہ ہے جس سے انسان کافر تو کجا گمراہ یا فاسق بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ مومن مسلمان صالح و متقی ہی رہتا ہے۔ لیکن ایک غلطی وہ ہے جو مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے ہی نکال دیتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے؛

ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم۔ (سورۃ توبہ) اور تحقیق انہوں نے کفر کا کلمہ کہا اور اپنے اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے۔

اللہ رب العزت جل وعلا فرماتا ہے؛

لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم۔ (سورۃ توبہ) بہانے مت بناؤ تحقیق تم نے اپنے ایمان لانے کے بعد کفر کیا۔

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کلمہ کفر بھی مسلمان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ چہ جائے کہ کسی کے کفریات حشرات الارض کی طرح کتابوں

میں ملتے ہوں۔ اور اس کے ماننے والے اس کو پھر بھی قلندری وولایت، مفکرِ اسلام اور
عاشق رسول کے مقدس مقام پر کھڑا کرتے ہوں۔ تو اس پر یہی کہا جاسکتا ہے کہ:

حبک الشئی یعمہ و یصمہ — کسی شے کی محبت تجھے اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔

کچھ ایسی صورت حال ڈاکٹر اقبال کے اکثر ماننے والوں کی ہے کہ ڈاکٹر اقبال کی مدح وستائش
میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں اور اقبال کے خلاف ایک حرف سننا گوارہ نہیں
کرتے۔ حتیٰ کہ اقبال پر اکثر لکھنے والوں نے حقائق بیان کرنے کی بجائے شخصیت پرستی سے
کام لیا۔

ماہر اقبالیات قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی لکھتے ہیں۔

اقبالیات کا تقریباً دو تہائی حصہ ایسی ہی تحریروں پر مشتمل ہے جو عام طور پر ستائشی اور ان کے
مختلف حیثیتوں کے بعض اطراف پر روشنی ڈالتا ہے۔

(اقبالیات کا تنقیدی جائزہ صفحہ 4، اقبال اکادمی پاکستان)

اقبال کی تعریف و ثنا میں نہ صرف انگریزی طبقہ بلکہ اپنے آپ کو قائد ملت اسلامیہ، شیخ
الحدیث اور مفکر اسلام کہلانے والے بھی دنیاداروں کی داد وصول کرنے کے لیے رطب
اللسان نظر آتے ہیں۔ اس کی جھلک ملاحظہ کریں:-

1۔ **جماعت اسلامی کے بانی مودودی صاحب رقم طراز ہیں۔**

وہ (اقبال) جو کچھ سوچتا تھا قرآن کے دماغ سے سوچتا تھا۔ جو کچھ دیکھتا تھا قرآن کی
نظر سے دیکھتا تھا۔ حقیقت اور قرآن اس کے نزدیک شے واحد تھی اور اس شئی واحد

میں وہ اس طرح فنا ہو گیا تھا کہ اس دور کے علماء دین میں بھی مجھے کوئی ایسا شخص نظر
نہیں آتا جو فنائیت فی القرآن میں اس امام فلسفہ اور ایم اے پی ایچ ڈی۔ بار۔ ایٹ لا
سے لگا کھاتا ہو۔

(جوہر کا اقبال نمبر صفحہ 73 بحوالہ اقبالیات کا تنقیدی جائزہ)

اقبال کیا کیا کچھ دیکھا کرتا تھا اور کیا کیا کچھ سُنا کرتا تھا۔ اور کیا کیا کچھ کیا کرتا تھا اس کی تفصیل تو
آئیندہ اوراق میں آئے گی سردست ابھی میں اپنی بات کو آگے چلاتا ہوں۔

2۔ **ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیم اسلامی لکھتے ہیں۔**

حدیث نبوی ہے ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ الخ یعنی "
خدا تعالیٰ اس امت میں ہر صدی کے سر پر ایسے لوگوں کو مبعوث کرتا رہے گا جو اس کو
از سر نو تازہ کرتے رہیں گے" اس حدیث کے حوالے سے گذشتہ تیرہ صدیوں کے
مجددین کے ذکر کے بعد چودھویں صدی کے بارے میں ڈاکٹر اسرار لکھتے ہیں؛

"جتنے عظیم ارباب ہمت و عزیمت اور شہسواران میدان تجدید واصلاح بر صغیر پاک
وہند میں پیدا ہوئے ان کی مثال پورا عالم اسلام نہ کمیت کے اعتبار سے دے سکتا ہے نہ
کیفیت کے اعتبار سے۔۔۔۔۔۔۔ دینی تعلیم و تربیت کے قدیم نظام سے فیض یاب
ہونے والوں میں سے حضرت شیخ الھند مولانا محمود الحسن ایسی عظیم اور جامع شخصیت
بھی یہیں سے پیدا ہوئی اور کالجوں اور یونیورسٹیوں کے جدید نظام تعلیم سے مستفید
ہونے والوں میں علامہ اقبال مرحوم جیسا نابغہ وقت اور رومی ثانی بھی اسی خاک سے
اٹھا۔

(روزنامہ جنگ کراچی 21 فروری 1986)

3۔ **اقبال کا بیٹا جاوید اقبال لکھتا ہے۔**

اقبال مظاہر الٰہی میں سے تھے ایسے نوابغ روزگار خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہدیہ کے طور پر ہی انسانوں میں نمودار ہوتے ہیں اور وہ آرڈر دے کر نہیں بنوائے جاسکتے۔

(زندہ رود صفحہ 606)

4۔ **سعید احمد اکبر آبادی لکھتے ہیں۔**

ہم اقبال کو عہد جدید کا زبردست مفکرِ اسلام، مجددِ ملت اور اسلامی انقلاب کا سب سے بڑا داعی کہتے ہیں۔

(شرح کلیاتِ اقبال از مفتی غلام حسن قادری سرورق ٹائٹل)

5۔ **ڈاکٹر سہیل بخاری لکھتے ہیں۔**

اقبال کی شخصیت میں مجدد کا جذب واثر اور اقبال کی کوششوں میں مجدد کے نقش پا ملتے ہیں۔ (کتاب مجدد عصر صفحہ 167)

مزید لکھتے ہیں؛

نبی کی طرح اقبال بھی اپنی قوم کی فلاح پر نظر رکھتا ہے۔

(کتاب مجدد عصر صفحہ 167 اقبال اکادمی پاکستان)

اقبال کو مجددیت کے منصب پر کھڑا کرنے والے اقبال کے شیدائیوں کو یہ پتہ ہی نہیں کہ اقبال مجددیت و مہدیت والی روایات واحادیث کو تو عجمی تخیل کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک ان احادیث کا اسلامی تصور سے کوئی تعلق نہیں۔

(اقبال نامہ صفحہ 533 تفصیل آئندہ)

یہ دورُخی کیوں؟

خصوصاً اُس وقت تو بہت ہی زیادہ افسوس ہوتا ہے جب اپنے آپ کو حامیان دین اسلام، محافظان اسلام و محافظان شریعت شیخ الحدیث والتفسیر حق گو و حق پرست کہنے والے مختلف مکاتب فکر کے علماء سٹیج پر بیٹھ کر اقبال جیسے شخص کو ایک دینی منصب پر کھڑا کر کے قلندرِ لاہوری، عارف باللہ، مفکر اسلام، عاشق رسول اور نہ جانے کیا کیا القابات سے یاد کرتے ہیں اور دنیادار لوگوں سے داد وصول کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کیا ان تمام القابات کے لیے جس شریعت کے تم وارث اور پاسدار بنتے ہو اس شریعت نے کوئی میعار اور کسوٹی بھی مقرر کی ہے یا نہیں اگر ہے تو وہ ضابطے تمہیں یاد کیوں نہیں رہتے۔ کیا کسی کے چند اچھے اشعار لکھ دینا اور خاص مکتبہ فکر کے حق میں کوئی بات کر دینا اس کے ان القابات کے حامل ہونے کی دلیل ہے یا اس کے باقی اشعار اور نظریات کو بھی دیکھا جائے گا؟

اگر تمہارا پہلی صورت پر اصرار ہے تو پھر تو تمہیں ہندوؤں اور پنڈتوں بلکہ مرزا قادیانی کو بھی ان القابات کا اہل سمجھنا ہوگا، جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں نعتیں اور قصائد لکھے۔ اور اگر تم کہو کہ وہ اس شان کے اہل نہیں، کیونکہ ان کے عقائد مسلمانوں والے نہیں تو پھر اسی معیار پر اقبال کو کیوں نہیں پرکھتے؟ یہ دورُخی کیوں؟ تمہارے تولنے کے پیمانے الگ الگ کیوں ہیں۔ اقبال کو ایک پیمانے میں تولتے ہو اور اوروں کو دوسرے پیمانے میں۔ جبکہ یہ اصول تو عقائد کی کتابوں میں مبرھن ہے کہ؛

لاتفرقة فی العمومات الواردة فی شریعة نبینا علیه السلام بین
ہمارے نبی علیہ السلام کی شریعت کے وارد ہونے والے عام حکم میں بندوں کے

الاشخاص　　　درمیان کوئی فرق نہیں۔

(شرح عقائد نسفی صفحہ 166 مکتبہ ضیاء القرآن لاہور)

قارئین اسی ناانصافی اور دورخی کو واضح کرنے اور اقبال کی تقریروں اور تحریروں کی روشنی میں اقبال کے وہ ملحدانہ نظریات، جن کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں، کو سامنے لانے کے لیے یہ کتاب تحریر کی گئی ہے تاکہ اقبال کی تصویر کا دوسرا رخ بھی لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے، جس کو حامیان اقبال نے لوگوں کی نظروں سے اوجھل رکھا، تاکہ لوگوں کے سامنے اقبال کی حقیقت آشکار ہو جائے۔

ان شاءاللہ میری یہ کتاب اقبالیات کے باب میں ایک اضافہ کی حیثیت سے دیکھی جائے گی۔

قارئین کرام، بندہ نے یہ کتاب خالص اسلامی نقطہ نظر سے تحریر کی ہے اور اقبال کی شرعی گرفت کی ہے تاکہ کم از کم شریعت کے دعویدار اور اپنے آپ کو شریعت کا پاسدار سمجھنے والے تو محراب و منبر میں اقبال کے قصیدے پڑھنے اور اس کو قلندرِ لاہوری کہنے سے باز آجائیں۔ اور دین میں ولایت کا معیار باقی رہنے دیں۔ تاکہ اقبال کو دیکھ کر ہر ایرے غیرے، داڑھی منڈے، ملحد و زندیق کو دعوی ولایت کا موقع نہ ملے۔ خدارا ذرا سوچیں اگر آپ کا یہی طریقہ رہا تو کل اس قسم کے لوگوں کے رد میں تمہارے پاس کیا دلیل ہو گی؟

بندہ پورے وثوق سے عرض کرتا ہے کتاب میں مندرج اقبال کے ملحدانہ افکار و نظریات اور بارگاہِ الٰہی، انبیاء علیہم السلام، ملائکہ کرام اور علماء و مشائخ عظام کی اہانت سے تو اقبال کا ایمان و اسلام ثابت کرنا ایک امر ہے، چہ جائیکہ کوئی قلندری اور ولایت ثابت کرتا پھرے۔

مجھے یہ بھی اندازہ ہے کہ وہ لوگ جن کی روٹی پانی اقبال کی تعریف کر کے اور اشعار پڑھ کے چلتی ہے وہ مجھ پر سیخ پا ضرور ہوں گے لیکن میں ان سے اتنا ضرور کہوں گا کہ اقبال کے ملحدانہ افکار کو اس کی کتابوں سے واضح کرنے پر جتنا غصہ تمہیں مجھ پر آرہا ہے کاش اقبال کے خدا اور انبیاء و علماء کی بارگاہ میں گستاخیاں کرنے پر تمہیں اتنا ہی غصہ آیا ہوتا تو ایمان کی دلیل تھا۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان مقدس ہے؛

من احب لله وابغض لله واعطی لله ومنع لله فقد استکمل الایمان (الحدیث)

جس نے اللہ کے لیے کسی سے محبت کی اور اللہ کے لیے کسی سے بغض رکھا، کسی کو دیا تو اللہ کے لیے اور کسی سے روکا تو اللہ کے لیے، پس اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔

ویسے بھی ہمارے ہاں جرم کرنے والے کو نہیں بلکہ اس مجرم کے رد کرنے والے کو مفسد فتنہ باز اور نہ جانے کیا کیا کہا جاتا ہے۔ حالانکہ نفرت جرم کرنے والے سے کی جانی چاہیے۔

چند شبہات کے ازالے

بندہ شروع میں ہی شبہات کے ازالے کر دینا ضروری سمجھتا ہے جو محبان اقبال کی طرف سے پیش کیئے جاتے ہیں اور ان کو اقبال کے دفاع کے لیے ڈھال بنایا جاتا ہے؛

شبہ نمبر 1

تحریک پاکستان میں اقبال کا بہت بڑا کردار ہے اگر وہ نہ ہوتے تو ہمیں ملک کیسے ملتا۔

جواب:- شاید آپ بھول گئے ہیں تحریک پاکستان میں صرف اقبال کا ہی نہیں بلکہ بہت سارے ایسے لوگ جن کے عقائد سے آپ ایک فیصد بھی متفق نہیں شامل تھے۔ مثال

کے طور پر مرزائی قادیانی وغیرہ تو کیا سب کو منصب ولایت کا حامل سمجھا جائے گا۔ ہر گز نہیں چوہدری ظفر اللہ پاکستان کا سب سے پہلا وزیر خارجہ تھا اور مسلم لیگ کا سرگرم عہدیدار تو پھر اس کے متعلق کیا خیال ہے؟

شبہ نمبر 2

اقبال کے بعض محبین کی طرف سے یہ شبہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ اقبال کی زندگی کے تین دور تھے۔ پہلا، درمیانہ اور آخری دور۔ اللہ تعالیٰ وانبیاء علیہم السلام اور علماء کی شان میں جو گستاخیاں اقبال نے کی ہیں وہ پہلے دور کی ہیں آخری دور کی نہیں

جواب:- یہ شبہ نہایت مضحکہ خیز بھی ہے اور دینی وشرعی اصول وضوابط سے جہالت کی دلیل بھی۔ یہ بات اگر کوئی دینی علوم سے ناآشنا شخص کرے تو تعجب کی بات نہیں مگر زیادہ حیرت اس وقت ہوتی ہے جب علم وفضل کے مدعیان ایسی باتیں کر کے جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس دلیل شرعی کی روشنی میں اقبال کے ان افکار سے براءت پر کوئی ثبوت موجود نہیں تو وہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا سے کام لینا چاہتے ہیں مگر ان کے پاس تنکا بھی نہیں جس سے وہ سہارا لے سکیں۔

الزاماً میں اتنا ہی کہوں گا کہ اگر اس منطق سے اقبال کی براءت ثابت ہو سکتی ہے تو پھر مرزا قادیانی تو تمہارے اصول سے باعزت بری ہو گا۔ کیونکہ لاہوری مرزائیوں نے باقاعدہ ایک کتاب بنام (حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا دعویٰ نبوت سے انکار) لاہور سے شائع کی، جس میں مرزا کے خطوط وتصنیفات سے 257 حوالہ جات سے مرزا کا دعویٰ نبوت سے انکار ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، تو کیا مرزا بری ہو جائے گا؟ نہیں ہر گز نہیں۔

بلکہ اصول یہ ہے کہ جس بندے نے کوئی کلمہ کفر بولا یا لکھا، اگر یہ امر پوشیدہ سرانجام دیا تو پوشیدہ اور اگر اعلانیہ سرانجام دیا تو اعلانیہ توبہ کرے۔

مولٰنا احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

توبہ کے لیے بھی دو رُخ ہیں ایک جانب خدا، اس کا رکن اعظم بصدق دل اس گناہ سے ندامت ہے۔ فی الحال اس کا ترک اور اس کے آثار کو مٹانا اور آئندہ کبھی نہ کرنے کا صحیح عزم یہ سب باتیں سچی پشیمانی کو لازم ہیں لہذا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الندم توبة (مسند امام احمد بن حنبل، جلد 1 صفحہ 376)

یعنی وہی سچی صادقہ ندامت کے بقیہ ارکان توبہ کو خود مستلزم ہے اسی کا نام توبۃ السر ہے۔ دوسرا جانب خلق کہ جس طرح ان پر گناہ ظاہر ہوا ان کے قلوب میں ایک طرف سے کشیدگی پیدا ہوئی اور معاملات میں اس کے ساتھ اس کے گناہ کے لائق انہیں احکام دیئے گئے اسی طرح اس کی توبہ ورجوع ظاہر ہو کہ ان کے دل اس سے صاف ہوں اور احکام حالت براءت کی طرف مراجعت کریں۔ یہ توبہ اعلانیہ ہے۔ توبہ سر سے تو کوئی گناہ خالی نہیں ہو سکتا اور گناہ اعلانیہ کے لیے شرع نے توبہ اعلانیہ کا حکم دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اذا عملت سیئة فاحدث عندها توبة السر بالسر والاعلانیة بالاعلانیة

جب تو کوئی گناہ کرے اس وقت توبہ کر خفیہ کی خفیہ اور اعلانیہ کی اعلانیہ۔

(کنز العمال حدیث 1248، جلد 4، صفحہ 220)

(ملخصاً فتاویٰ رضویہ جلد 21، صفحہ 141)

مکتبہ فکر دیوبند کے مرتضیٰ حسن دربھنگی لکھتے ہیں۔

جو عبارات مرزا صاحب اور مرزائیوں کی لکھی جاتی ہیں جب تک ان مضامین سے صاف توبہ نہ دکھائیں یا توبہ نہ کریں ان کا کچھ اعتبار نہیں۔ (اشد العذاب ص15)

لہذا اقبال کے تین دور گنوا کر جان چھڑوانا درست نہیں۔

کیا محبان اقبال کسی شرعی اصول و ضابطے سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے پہلے اور درمیان دور میں بیسیوں کفریات کہے لکھے۔ خدا و انبیاء کی شان میں توہینیں کیں۔ آخری دور میں نہ کیں تو کیا وہ شخص ان کفریات سے بری سمجھا جائے گا؟

ہرگز نہیں بلکہ شریعت مقدسہ کا قانون ہے کہ کفر سے جب تک توبہ نہ کرے اس کا دامن پاک نہیں ہوگا۔

مزید یہ بھی تو پتہ چلے کہ اقبال کا آخری دور ہے کون سا؟ اس کی کوئی تحدید تو ہو۔ جبکہ یہ بات واضح ہے کہ اقبال مرتے دم تک اپنے انہی عقائد و نظریات پر کاربند تھا۔ جن پر راقم آئندہ صفحات میں روشنی ڈالے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اقبال ایک فلسفی اور شاعر تھا۔ فلسفے اور شاعری میں اس نے بے انتہا ٹھوکریں کھائی ہیں جس کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں۔

شبہ نمبر 3

اقبال نے اچھے کام بھی تو کتنے ہی کیئے ہیں۔ آپ ان کے اچھے کاموں کو بھی تو دیکھیں۔ اقبال تہجد بھی پڑھتے تھے۔ قرآن پاک کی تلاوت بہت کرتے تھے۔

جواب:- ہمیں اقبال کی تہجد یا تلاوت قرآن سے اختلاف نہیں بلکہ اختلاف اقبال کی ان تحریروں و تقریروں اور ان افکار سے ہے جو اسلام سے کسی طرح میل نہیں کھاتے۔ باقی رہی یہ بات کہ اچھائیاں بھی تھیں تو یاد رکھیں کہ کسی کافر کو مسلمان ہونے کے لیے سارے

کے سارے اسلام کو ماننا شرط ہے۔ اگر کسی ایک بھی فرض قطعی کو نہ مانے، چاہے وہ اسلام کے باقی سارے فرائض و احکامات کو مانتا رہے۔ اسلام کے دائرے میں نہیں آسکتا۔ جس طرح کسی کافر کو مسلمان ہونے کے لیے سارے اسلام کو ماننا ضروری ہے مگر کسی مسلمان کو دائرہ اسلام سے نکلنے کے لیے سارے اسلام کا انکار ضروری نہیں بلکہ ایک بھی ضرورت دین کا انکار کر دے تو دائرہ اسلام سے باہر جا پڑے گا۔ لہذا اسی ضابطے سے آپ اقبال کو پرکھ لیں مسئلہ واضح ہو جائے گا۔ دودھ کے ایک ٹب میں دو قطرے پیشاب پڑ جائے تو حکم کیا ہوگا؟ کسی مفتی صاحب سے پوچھ لیجئے مسئلہ سمجھ میں آجائے گا۔

شبہ نمبر 4

اقبال کے خلاف جو باتیں، اقبال کی کتابوں سے پیش کی جاتی ہیں وہ الحاقی ہیں، یعنی بعد میں کسی نے ملا دی ہیں۔

جواب:- جان چھڑانے کا یہ ایک بہترین طریقہ ہے۔ اس طرح تو دنیا کے ہر مصنف کی کتاب کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ اس میں الحاق کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ کسی بھی کتاب میں الحاق ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں؛

1۔ اس الحاق کی صراحت اکابرین امت نے کی ہو۔

2۔ اس کتاب کے قدیم نسخہ کا جدید کے ساتھ تقابل کرایا جائے۔ اگر قدیم نسخہ میں عبارت نہ ہو اور جدید میں ہو تو الحاق ثابت ہو سکتا ہے۔ اگر قدیم میں بھی وہی عبارت ہو تو پھر اس کو الحاق نہیں کہا جائے گا۔

شبہ نمبر 5

بہت سارے علماء اقبال کے اشعار کو پڑھتے ہیں اور بہت سارے اکابر علماء نے اقبال کے بارے میں تحسینی کلمات بھی کہے ہیں۔

جواب:- اس کا جواب یہ ہے کہ بہت سارے اکابر علماء اقبال کو صرف ایک شاعر سمجھتے ہیں اور اس کے نعتیہ اشعار کی وجہ سے اقبال کا ذکر کرتے ہیں۔ حقیقت میں وہ اقبال کے نظریات اور افکار سے ناآشنا ہے۔ اگر اقبال کے کتاب میں مذکور نظریات وافکار اُن علماء کے سامنے ہوتے تو یقیناً وہ اقبال کی تردید و مخالفت کیے بغیر نہ رہتے۔ ان کا اقبال سے تعارف صرف اسی حد تک تھا کہ اقبال نے لکھا ہے کہ :

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں — یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

جن علماء کے سامنے اقبال کے فاسد افکار و نظریات آئے انہوں نے اقبال کی سخت مخالفت کی۔ جن کے حوالہ جات آپ اس کتاب میں ملاحظہ کریں گے۔

موجودہ علماء میں سے بعض تو وہ ہیں جو اقبال کے فاسد نظریات سے آگاہ ہی نہیں اور بعض وہ ہیں کہ جن کا روٹی پانی ہی اقبال کی تعریف کر کے اور اشعار پڑھ کے چلتا ہے۔ اگر ان کے سامنے یہ عبارات رکھی جائیں تو وہ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کا کیا اعتبار جو حق و باطل کا فرق ہی نہ کریں۔

شبہ نمبر 6

دیکھیں جی اقبال تو وہ شخص ہے جس کے بارے میں میاں شیر محمد صاحب شرقپوری بہت بڑے ولی اللہ نے کہا تھا، "اقبال کے دل میں داڑھی ہے"۔

جواب:- اوّلاً: مذکورہ واقع کسی سندِ صحیح سے ثابت نہیں۔ من گھڑت واقعات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ جہاں بھی یہ واقعہ مذکور ہے بغیر سند کے ہے۔ اسی طرح سنی سنائی بات ہے۔ اس واقعہ کا کوئی ثقہ راوی نہیں۔

ثانیاً: صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر اولیاء کرام تک سب نے چہرے پر داڑھی سجائی۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس نے صرف دل میں داڑھی ہونے کا دعوی کیا ہو۔ اس طرح تو ہر داڑھی منڈا دعوی کرے گا کہ ہمارے بھی دل میں داڑھی ہے۔

ثالثاً: اگر آپ میاں شیر محمد شرقپوری کو اللہ کا ولی سمجھتے ہیں تو کیا اللہ کا ولی کسی تارک سنت کی اس انداز میں حوصلہ افزائی کر سکتا ہے؟! اگر نہیں تو یہ واقعہ من گھڑت ہے۔

تنبیہ 1 : عبدالغفور شاہ بریلوی جو کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کا مرید ہونے کا دعویدار ہے اپنے انٹرویو میں اس نے بیان کیا کہ میاں صاحب نے جب اقبال کو داڑھی منڈائے دیکھا تو کہا نائی کو بلاؤ ہم بھی اپنی داڑھی منڈوا دیتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالی

تنبیہ 2 : اسی طرح کا ایک واقعہ اقبال کے عقیدت مندوں نے گھڑا ہوا ہے کہ اقبال کو رات لسی کی ضرورت پڑی تو سیدنا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ لسی بیچنے کے لیے اقبال کے گھر کے سامنے آ گئے۔ ایسے واقعات بیان کرنے والے خوف خدا سے عاری ہو کر نہ جانے کیا کیا کہہ جاتے ہیں۔ کہاں اقبال اور کہاں سیدنا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ۔ صرف اتنا ہی غور کر لیں کہ وہ سیدنا مخدوم علی ہجویری کو اقبال کا خادم بنا کر اُن کا مقام کیا متعین کر رہے ہیں۔

شبہ نمبر 7

جس طرح کی شاعری اقبال نے کی ہے اور نبی کریم ﷺ کی نعتیں لکھی ہیں بھلا اور کسی نے

لکھا ہے۔ لہذا اقبال ایک عاشق رسول ﷺ تھے۔

جواب:- بات اپنی جگہ مسلمہ ہے کہ اقبال نے نعتیں بھی لکھیں ہیں ہم نے کب کہا کہ اقبال کی ہر بات ہی غلط ہے۔ صرف اتنا جواب ہے کہ شاعر کا نعت لکھ دینا اس کے ایمان کی اور ولایت کی سند و دلیل نہیں بن سکتا۔ جبکہ اس کے قول و تحریر میں کلمات کفریہ تک موجود ہوں۔ ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں تو ہندو پنڈتوں اور پادریوں تک نے تعریفی اشعار اور کلمات لکھے ہیں۔

بلکہ مرزا قادیانی ملعون و مرتد کی شاعری میں بھی وہ اشعار اور کلام ملتا ہے جو اس نے نبی کریم ﷺ کی نعت میں لکھا ہے۔ تو کیا اس سے وہ ہندو پنڈت اور مرزا قادیانی عاشق رسول ہو گئے؟ معاذ اللہ تعالیٰ۔ یا اس سے مرزا قادیانی کے کفریات مٹ گئے؟ نہیں ہر گز نہیں۔

مرزا قادیانی لکھتا ہے؛

1۔ بعد از خدا بعشق محمد مخمرم

گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

یعنی خدا کے بعد محمد ﷺ کے عشق میں سرشار ہوں، اگر یہی کفر ہے تو بخدا میں سخت کافر ہوں۔

(بحوالہ مجدد اعظم صفحہ 64-63 جلد دوم)

2۔ زِ عشاقِ فرقان و پیغمبریم

بدیں آمدیم و بدیں بگذریم

ہم قرآن اور آنحضرت ﷺ کے عاشقوں میں سے ہیں اور اسی حالت میں گزر جائیں گے۔

3۔ جان و دلم فدائے جمال محمد است

خاکم نثارِ کوچہ آل محمد است

ترجمہ: ہیں جان و دل فدائے جمال محمدی — میں ہوں نثار کوچہ آلِ محمد

دیدم بعین قلب و شنیدم بگوش ہوش — در ہر مکان ندائے جلال محمد است

ترجمہ: دنیا کی وسعتوں میں جہاں بھی نظر گئی

ہر چیز سے عیاں تھا جلالِ محمدی

(مرزا قادیانی کا نعتیہ کلام، ترجمہ اعظم علوی قادیانی، کتاب مقام محمد مصطفی ﷺ، صفحہ 10 مطبوعہ مرکز جماعت احمدیہ لاہور)

4۔ ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے

کوئی دین دینِ محمد سا نہ پایا ہم نے

کوئی مذہب ایسا نہیں کہ نشان دکھلاوے

یہ ثمر باغِ محمد سے ہی کھایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ نمبر 204)

5۔ مرزا قادیانی کا عربی قصیدہ نعتیہ

یا قلبی اذکر احمدا — عین الهدى مغنی العدا

اے میرے دل احمد ﷺ کو یاد کر جو ہدایت کا سرچشمہ اور دشمنوں کو فنا کرنے والا ہے۔

برا کریما محسنا — بحر العطایا والجدا

بدر منیر زاهد — فی کل وصف حمدا

نور من الله الذی — احی العلوم تجددا

وہ اللہ کا نور ہے جس نے علوم کو نئے سرے سے زندہ کر دیا

وہ برگزیدہ ہے چنا ہوا ہے اس کی پیروی کی جاتی ہے اس سے فیض طلب کیا جاتا ہے۔

6 مرزا قادیانی کا فارسی نعتیہ کلام

عجب نوریست در جان محمد

عجب لعلیت در کان محمد

محمد ﷺ کی جان میں ایک عجیب نور ہے، محمد ﷺ کی کان حیا ایک عجیب و غریب لعل ہے۔

ندانم ہیچ نفسے در دو عالم

کہ دارد شوکت و شان محمد

دونوں جہان میں کسی شخص کو نہیں جانتا، جو محمد ﷺ کی سی شان و شوکت رکھتا ہو۔

سرے دارم فدائے خاک احمد

دلم ہر وقت قربان محمد

میرا سر احمد کی خاک پر نثار ہے، اور میرا دل ہر وقت محمد ﷺ پر قربان ہے۔

بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم

نثار روئے تابان محمد

رسول اللہ ﷺ کی زلفوں کی قسم کہ میں محمد ﷺ کے نورانی چہرے پر فدا ہوں۔

7۔ مرزا قادیانی کا اُردو نعتیہ کلام

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا — نام اس کا ہے محمد دلبر میرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیغمبر اک دوسرے سے بہتر — ایک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

وہ آج شاہِ دین ہے وہ تاج مرسلیں ہے — وہ طیب و امین ہے اس کی ثنا یہی ہے

نمونے کے طور پر مرزا قادیانی کی کتب سے چند نعتیہ کلام تحریر کر دیئے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ نعتیہ کلام مرزا قادیانی کے عاشق رسول ہونے کی دلیل بن سکیں گے اور اس کے ان کفریات کو اُٹھا دے گا جو اس نے خدا اور رسول جل و علی و ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیاں کر کے کیے ہیں؟ تو جواب یقیناً نہیں میں ہو گا۔ تو پھر اقبال کا نعتیہ کلام اس کی برات کا سبب کیسے بن سکتا ہے؟ جبکہ دوسری طرف اس کے بیسیوں ملحدانہ نظریات اس کی کتابوں میں موجود ہیں۔

غیر مسلم شعراء کا نعتیہ کلام

آیئے لگے ہاتھوں چند غیر مسلم شعراء کا نعتیہ کلام بھی ملاحظہ فرمایئے جو انہوں نے مسلمانوں سے داد وصول کرنے کے لیے لکھا۔ اور اپنی شاعری کو مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا۔ کیونکہ جو توحید و رسالت اور اسلام کے دین حق ہونے پر ایمان نہ لائے ان اشعار کی وجہ سے اس کی نجات کیسے ہو سکتی ہے۔

کالکا پرشاد لکھتا ہے:

چاند سورج کو کوئی ہاتھوں پر مرے لادے

کونین کی دولت میرے دامن میں چھپادے

پھر کالکا پرشاد سے کوئی پوچھے کہ تو کیا لے
نعلین محمد ﷺ کو وہ آنکھوں سے لگا لے

پنڈت ہری چند لکھتا ہے؛

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں ان کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا
شوکت مغرور کا کس شخص نے توڑا طلسم
منہدم کس نے الٰہی قصرِ کسریٰ کر دیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا درِ یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

بخشی شو لک رام لکھتا ہے؛

لے لے گی میری جان تمنائے مدینہ
مدت سے ہے اب وردِ زباں ہائے مدینہ

چندر پرکاش بجنوری لکھتا ہے؛

خم جس نے فضیلت یہ دو عالم کی جبیں ہے

سجدہ گاہِ کونین وہ طیبہ کی زمین ہے
دنیا کا عقیدہ بھی ہے اپنا بھی یقین ہے
جو شے ہے مدینہ میں کہیں اور نہیں ہے
یہ ارضِ مقدس ہے یہ طیبہ کی زمین ہے
جنت بھی یہیں ساکن جنت بھی یہیں ہے
اے خاکِ مدینہ تیرے اعجاز کے صدقے
ہے عرش نشیں جو بھی یہاں فرش نشیں ہے
جس نے نہ کیا گنبد خضریٰ کا نظارہ
وہ آنکھ حقیقت میں کوئی آنکھ نہیں ہے
اللہ کے دیدار سے وہ محروم رہے گا
دیدار نبی کا جسے ارمان نہیں ہے

جگن ناتھ آزاد لکھتا ہے؛

سلام اس ذاتِ اقدس پر سلام اُس فخرِ دوراں پر
ہزاروں جس کے احسان ہیں دنیائے امکان پر

تفصیل کے لیے کراچی سے چھپنے والی کتاب ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، مرتب فانی مراد آبادی

اللہ تعالیٰ کے متعلق اقبال کے عقائد

1۔ اقبال اپنی معشوقہ عطیہ فیضی کو خط لکھتا ہے؛

میں بھی اگلے جہاں کی سیر کا آرزو مند ہوں وہاں پہنچ کر چاہتا ہوں کہ اپنے خالق کی زیارت کروں اور اس سے خواہش کروں کہ میری ذہنی کیفیت کی عقلی وضاحت کی جائے اور یہ کوئی آسان کام نہ ہوگا مجھ سے آپ کو شکایت نہ ہونی چاہیے۔

(اقبال نامہ مجموعہ مکاتیب اقبال صفحہ 433، مطبوعہ اقبال اکادمی لاہور پاکستان)

2۔ موت کے بعد اپنی پرستش کرنے کا یقین واثق؛

اقبال عطیہ فیضی کو لکھتا ہے؛

میں تو اپنی فطرت کے تقاضے سے پرستاری پر مجبور ہوں، میری پرستاری کوئی کیا کرے گا لیکن وہ خیالات جو میری روح کی گہرائیوں میں ایک طوفان بپا کئے ہوئے ہیں عوام پر ظاہر ہوں تو پھر مجھے یقین واثق ہے کہ میری موت کے بعد میری پرستش ہوگی۔

(اقبال نامہ مجموعہ مکاتیب اقبال صفحہ 433، مطبوعہ اقبال اکادمی لاہور پاکستان)

3۔ غیر اللہ کی عبادت کرنے والے اقبال کی نظر میں؛

ڈاکٹر اقبال لکھتا ہے؛

حقیقت میں جن لوگوں نے آفتاب پرستی کو اپنا مذہب قرار دے رکھا ہے میں اُن کو قابل معذوری سمجھتا ہوں۔ ناسخ مرحوم کیا خوب فرما گئے؛

ہے جی میں آفتاب پرستوں سے پوچھئے — تصویر کس کی ہے ورقِ آفتاب میں

(مقالات اقبال صفحہ 111، مطبوعہ القمر انٹرپرائزز، اردو بازار، لاہور)

یعنی اقبال کی نظر میں سورج کی عبادت کرنے والے کسی جرم کے مرتکب نہیں بلکہ وہ معذور ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ افسوس ہے ایسے مفکر اسلام پر، جو کفار و مشرکین کو شرک کرنے میں معذور سمجھتا ہے۔

4۔ آیت متشابہ پر اقبال کا تبصرہ؛

اقبال اللہ نور السموت والارض ط مثل نورہ والی متشابہ آیت کریمہ کے متعلق لکھتا ہے؛

اس آیت کے ابتدائی حصے سے تو بے شک یہی شبہ ہوتا ہے کہ یہاں بھی ذات الٰہیہ کو دور رکھنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن جب ہم اس استعارے کا تا آخر مطالعہ کرتے ہیں تو یہ امر واضح طور پر سامنے آجاتا ہے کہ اس کا مقصد اس کے بالکل برعکس ہے۔ اس لئے کہ جوں جوں یہ استعارہ آگے بڑھتا ہے اس خیال کی نفی ہو جاتی ہے کہ ذاتِ الٰہیہ کا قیاس کسی لاصورت کونی عنصر پر کیا جائے کیونکہ اول تو اس استعارے نے نور کو شعلے پر مرتکز کر دیا اور پھر اس کی انفرادیت پر مزید زور اس طرح دیا ہے کہ یہ شعلہ ایک شیشے میں ہے اور شیشہ ستارے کی مانند۔ جس کا ظاہر ہے ایک مخصوص اور متعین وجود ہے اور جس کے پیش نظر میری رائے یہ ہے کہ اسلامی، مسیحی اور یہودی صحف میں اگر اللہ کے لیے نور کا لفظ استعمال کیا گیا تو ہمیں اس کی تعبیر کسی دوسرے رنگ میں کرنی چاہیے۔ طبیعیات حاضرہ کی رو سے نور کی رفتار میں کوئی اضافہ ممکن نہیں اس لیے ناظر کا تعلق خواہ کسی نظام حرکت سے ہو اس کی یکسانیت میں کوئی فرق نہیں آئے گا بہ الفاظ دیگر تغیر کی اس دنیا میں نور ہی وہ شے ہے جس کو ذات مطلق سے قریب ترین مماثلت حاصل ہے۔ لہذا اگر نور کا اطلاق ذات الٰہیہ پر کیا

جائے تو ہمیں اپنی جدید معلومات کی روشنی میں یہ سمجھنا چاہیے کہ اس کا اشارہ ذات الٰہیہ کی مطلقیت کی طرف ہے، ہر کہیں موجودگی کی طرف نہیں۔

(تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ صفحہ 117، بزم اقبال 2 کلب روڈ لاہور)

5۔ ڈاکٹر اقبال لکھتا ہے؛

لہذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور اس کی خیر کا دامن اس شر سے جس کی کائنات میں اتنی فراوانی ہے کیسے جوڑ سکتے ہیں؟ مطلب یہ ہے کہ ہم ان میں مفاہمت پیدا کریں گے تو کیونکر یہی مسئلہ دراصل وہ عقیدہ ہے جو مذہب کے لیے سب سے زیادہ پریشان کن شکل اختیار کرلیتا ہے اور جسے زمانہ حال کے کسی مفکر نے اس خوبی سے پیش نہیں کیا جیسے ناؤمن نے اپنی کتاب ایک مذہبی مکتوب میں وہ لکھتا ہے ہمیں دنیا کا جو علم حاصل ہے اس کا تقاضہ ہے کہ ہم ایک ایسے خدا کی ہستی کا اقرار کریں جو قادر اور توانا ہو اور موت و حیات کو یوں ساتھ ساتھ بھیجتا ہو جیسے سائے کے ساتھ روشنی لیکن پھر ایک وحی اور ایک ایمان بھی ہے جو ہماری نجات کا سرچشمہ ہے اور جس نے اسی قادر اور توانا خدا کو باپ کہا ہے اب خدائے کائنات کا اتباع کیجیے تو جیہہ للحیات کا جواز پیدا ہوتا ہے اور یسوع مسیح کے باپ کی خدمت میں شفقت اور رحمت کے اخلاق حالانکہ خدا صرف ایک ہے دو نہیں لہذا دونوں کی ذات ایک دوسرے میں ضم ہو جاتی ہے۔

(تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ صفحہ 135، بزم اقبال 2 کلب روڈ، لاہور)

مذکورہ عبارت میں اقبال نے ناؤمن کی تحریر جس میں خدا تعالیٰ کو باپ اور عیسیٰ علیہ السلام کو بیٹا ثابت کیا ہے کی خوبی کو بیان کیا ہے۔

6۔ ڈاکٹر اقبال لکھتا ہے؛

مسلم کو کسی چیز میں فنا نہ ہونا چاہیے گو فنافی اللہ ہی کیوں نہ ہو۔

(اقبال اور انجمن حمایت اسلام از خنیف شاھد صفحہ 113، بحوالہ زندہ رود صفحہ 377)

7۔ بصارت الٰہی کا انکار؛

اقبال لکھتا ہے؛

چشم قدرت بھی نہ پہچان سکے گی مجھ کو — کہ ایازی سے دگرگوں ہے مقام محمود

(کلیات اقبال صفحہ 598 عنوان مسجد قوت اسلام)

اس شعر میں اقبال ڈٹ کے لکھ گیا کہ مجھے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت پہچان نہ سکے گی (معاذ اللہ)

8۔ عرصہ محشر میں میری خوب رسوائی ہوئی

داورِ محشر کو اپنا راز داں سمجھتا تھا

(ملفوظات اقبال مرتبہ ابواللیث صدیقی بحوالہ زندہ رود صفحہ 591)

اقبال کے نزدیک اللہ تعالیٰ ستمگر ہے۔ اپنی نظم انسان میں اقبال لکھتا ہے۔

9۔ قدرت کا ستم (نعوذ باللہ)

قدرت کا عجیب یہ ستم ہے

انساں کو راز داں جو بنایا — راز اس کی نگاہ سے چھپایا

بے تاب ہے ذوق آگہی کا — کھلتا نہیں بھید زندگی کا

(کلیات اقبال صفحہ 159، مطبوعہ خزینہ علم و ادب، لاہور)

اس شعر میں اقبال نے ستم کا لفظ باری تعالیٰ کے لیے استعمال کیا ہے۔ ستم کا معنی ہے ظلم و ناانصافی۔ جبکہ باری تعالیٰ ظلم و ستم کرنے سے پاک و منزہ ہے۔ ارشاد فرماتا ہے؛

اللہ لایظلم مثقال ذرۃ — بے شک اللہ تعالیٰ ایک ذرے برابر ظلم نہیں کرتا۔

لایظلم ربک احداً — تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

وما انا بظلام للعبید — میں بندوں کے حق میں ستمگر نہیں

الظلم یستحیل صدورہ عنہ تعالیٰ — اللہ تعالیٰ سے ظلم صادر ہونا محال ہے۔

عقائد کی مشہور کتاب شرح فقہ اکبر میں ہے؛

لا یوصف اللہ تعالیٰ بالقدرۃ علی الظلم لان المحال لا یدخل تحت القدرۃ وعند المعتزلۃ انہ یقدر ولا یفعل — اللہ تعالیٰ کو ظلم پر قدرت کے ساتھ موصوف نہیں کیا جائے گا اور معتزلہ کے نزدیک ظلم پر قادر ہے کرتا نہیں۔

(منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر صفحہ 138)

مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں ڈاکٹر کا یہ شعر خلافِ عقیدہ اسلامی ہے۔

اقبال مزید لکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ناانصافی کی (معاذ اللہ)

کہا تصویر نے تصویر گر سے — نمائش ہے میری تیرے ہنر سے

لیکن کس قدر نا منصفی ہے — کہ تو پوشیدہ ہو میری نظر سے

(کلیات اقبال صفحہ 673)

10۔ اللہ تعالیٰ کریم وجواد کو ڈاکٹر نے بخیل کہا ہے؛

تیرے شیشے میں مے باقی نہیں ہے

بتا کیا تو مرا ساقی نہیں ہے

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم

بخیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے (نعوذ باللہ)

(کلیات اقبال صفحہ 356)

اس شعر میں ڈاکٹر نے اللہ رب العزت جل شانہ کو بخیل بتایا اور کہا کہ جیسے ایک پیاسے کو سمندر سے شبنم کے چند قطرے مل جائیں تو اس میں سمندر نے کوئی سخاوت نہیں کی ایسے ہی تیرے خزانوں سے مجھے کچھ تھوڑا سا مل بھی گیا ہے تو یہ بخیلی ہے رزاقی نہیں ہے۔العیاذ باللہ

11۔ اللہ تعالیٰ کو خطاکار کہا؛

اگر ہنگامہ ہائے شوق سے ہے لامکاں خالی

خطا کس کی ہے یارب لامکاں تیرا ہے یا میرا

(کلیات اقبال صفحہ 356)

اس شعر میں ڈاکٹر نے اللہ رب العزت کو خطاوار ٹھہرایا یوں کہ کہا تیرا لامکاں ہنگامہ ہائے شوق سے خالی ہے اگر میرا ہوتا تو قصور میرا تھا۔ لیکن چونکہ لامکاں تیرا ہے۔ اسلیے خطا بھی تیری ہے (معاذ اللہ)

12۔ اللہ تعالیٰ پر تنقید

اسے صبح ازل انکار کی جرات ہوئی کیونکر

مجھے معلوم کیا وہ رازداں تیرا ہے یا میرا (کلیات اقبال صفحہ 356)

یعنی ابلیس شیطن نے جو انکار سجدہ کی جرات کی ہے وہ اپنی خباثت اور ملعونیت کی وجہ سے نہیں کی بلکہ اسلئے کی ہے کہ تو نے اسے کوئی اپنا خفیہ راز بتایا ہوا تھا جس کی وجہ سے اس نے یہ جرات کی نہ تو کوئی راز اس کو بتاتا اور نہ وہ انکار کرتا۔ (معاذ اللہ)

13۔ اللہ تعالیٰ کا نقصان ہونے کا عقیدہ

اس کوکب کی تابانی سے ہے تیرا جہاں روشن

زوال آدم خاکی زیاں تیرا ہے یا میرا

(کلیات اقبال صفحہ 356)

ڈاکٹر کہہ رہا ہے یہی انسان وہ روشن ستارہ ہے جس سے اے اللہ تیرا جہاں روشن ہے۔ پھر اگر تو اس انسان کو مٹادے گا تو اس میں میرا کیا نقصان ہے تیرا ہی نقصان ہوگا۔ (معاذ اللہ)

14۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت صنعت پر اعتراض

یہی آدم ہے سلطان بحر و بر کا

کہو ماجرا کیا اس بے بصر کا

نہ خود بیں نہ خدا بیں نہ جہاں بیں

یہی شاہکار ہے تیرے ہنر کا

(کلیات اقبال صفحہ)

ان اشعار میں اقبال اللہ تعالیٰ کی قدرت صنعت پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہی انسان جو بحر و بر کا بادشاہ ہے اس اندھے کا ماجرا کیا بیان کروں۔ نہ اپنے آپکو دیکھتا ہے نہ خدا کو نہ جہاں کو تیری کاریگری اور ہنر کا یہی اندھا شاہکار ہے۔ اقبال انسان کو اللہ تعالیٰ کا شاہکار قدرت کہہ کر پھر اس پر اعتراض کرتا ہے۔

15۔ بارگاہ الٰہی میں نہایت بے باکی؛

فارغ تو نہ بیٹھے گا جنوں میرا

یا اپنا گریباں چاک یا دامن یزداں چاک (کلیات اقبال صفحہ 388)

ڈاکٹر نے اس شعر میں نہایت بے باکی کرتے ہوئے کہا ہے کہ میرا جنوں فارغ نہیں بیٹھے گا یا اپنا گریبان پھاڑ دوں گا یا اللہ تعالیٰ کا۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

16۔ اللہ تعالیٰ کو شوخ لکھتا ہے؛

اقبال اشبیلیہ کے بادشاہ معتمد کی طرف سے لکھتا ہے؛

جو مری تیغ دودم تھی اب میری زنجیر ہے

شوخ و بے پروہ کتنا خالق تقدیر بھی

(کلیات اقبال صفحہ 446)

17۔ اقبال کا عقیدہ کہ صوفی و مولوی اللہ تعالیٰ کو شرمندہ کریں گے؛

کرے گی داورِ محشر کو شرمسار اک روز

کتابِ صوفی و مُلا کی سادہ اوراقی (کلیات اقبال صفحہ 410)

18۔ اقبال سورج کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتا ہے؛

اے آفتاب ہم کو ضیائے شعور دے

چشم خرد کو اپنی تجلی سے نور دے

ہے محفل وجود کا ساماں طراز تو

یزدانِ ساکنانِ نشیب و فراز تو

تیرا کمال ہستیٔ ہر جان دار میں

تیری نمود سلسلہ کوہسار میں

ہر چیز کی حیات کا پروردگار تو

زائیدگانِ نور کا ہے تاجدار تو

نہ ابتدا کوئی نہ کوئی انتہا تیری

آزادِ قیدِ اول و آخر ضیا تیری

(کلیات اقبال صفحہ 55)

ان اشعار میں ڈاکٹر اقبال نے آفتاب کو خدائی صنعتوں سے متصف مانا اور آفتاب کو یزدان اور پروردگار کہا جو کہ عرفاً اللہ تعالیٰ کے لیے بولے جاتے ہیں۔

اقبال کا شیکسپیئر اور گوئٹے میں خدائی شانوں کا اقرار

اقبال لکھتا ہے؛

شکسپیئر اور گوئٹے دونوں خدائی سوچ پر نظر ثانی کرتے ہیں۔

(منتشر خیالات اقبال صفحہ 109 مرتب جاوید اقبال)

اقبال لکھتا ہے؛

گوئٹے نے ایک معمولی داستان کو چنا اور اسے انیسویں صدی کے مکمل تجربہ سے معمور کر دیا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اس میں نسل انسانی کے تمام تجربات سمو دیئے۔ ایک معمولی داستان کو انسانی حتمی نظریہ کے منظم اظہار میں ڈھال دینا کسی خدائی کاریگری سے کم نہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے بے ہنگم ہیولا سے ایک دلکش کائنات تخلیق کر دی جائے۔

(منتشر خیالات اقبال صفحہ 79-80 مرتب جاوید اقبال)

19۔ ڈاکٹر اقبال ابلیس کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتا ہے؛

میں کھٹکتا ہوں دل یزداں میں کانٹے کی طرح

تو فقط اللہ ھو اللہ ھو اللہ ھو

(کلیات اقبال صفحہ 483)

یعنی تو ہر وقت اللہ ھو اللہ ھو کرتا رہتا ہے اور میری جرات دیکھ کہ میں اللہ کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہوں۔

ایک تو اللہ تعالیٰ کے لیے دل ثابت کیا پھر اوپر سے کانٹے کی طرح کھٹکنا۔ (نعوذ باللہ تعالیٰ)

شیطان کا مرتبہ اقبال کی نگاہ میں

اقبال لکھتا ہے؛

شیطن کو یاد کرو تو یقیناً اسے موجود پاؤ گے۔ یہ خدا کے لیے بھی یکساں سچائی ہے۔

(منتشر خیالات اقبال صفحہ 105 مرتب جاوید اقبال)

اقبال مزید لکھتا ہے؛

میرے دل میں تو شیطن کی بھی کچھ نہ کچھ قدر و منزلت موجود ہے۔ آدم کو جسے وہ دیانتداری سے اپنے آپ سے کم تر سمجھتا تھا، سجدہ کرنے سے انکار کے ذریعے شیطن نے اپنی نگاہوں میں اپنی عزت کے انتہائی بلند جذبے کا مظاہرہ کیا۔ (زندہ رود صفحہ 229)

یہ ہیں اقبال کے شیطن ابلیس صاحب جن کی اقبال کی نگاہ میں بڑی قدر و منزلت تھی۔ جس نے اقبال کے عقائد و اعمال کو برباد کروایا۔

یہاں تک تو اقبال کی نظم و نثر سے اقبال کی عقائد و نظریات کا بیان ہوا۔ وہ نظم جو شکوہ اور جواب شکوہ سے الگ کے علاوہ ہے۔ اب ہم اقبال کی نظم شکوہ کی طرف آتے ہیں جس میں اقبال نے اللہ سبوح و قدوس کی بارگاہ میں جرات و بے باکی اور دریدہ دہنی کی حد کر دی۔ اس نظم کے مندرجات کو ذکر کرنے سے پہلے ہم قارئین کے سامنے یہ وضاحت کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ حامیان اقبال اور دین و شریعت اور علماء سے بیزار طبقہ بجائے اس کے کہ وہ اقبال

کی بارگاہ خداوندی میں اس جسارت کو نفرت کی نظر سے دیکھتے، الٹا علماء کو کوسنا شروع کر دیتے ہیں کہ اقبال کے شکوہ لکھنے پر علماء نے کفر کے فتوے دیے۔ ایسے لوگوں سے ہمارا سوال یہ ہے کہ اور کیا اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں اقبال کی اس دریدہ دہنی پر اقبال کو کیا ہار پہنائے جاتے ؟ ظاہر ہے جو شخص بھی کفر کہے گا، علماء اسلام اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہوئے اس کے کفر سے لوگوں کو آگاہ کریں گے اقور یہ بھی یاد رہے کہ علماء کافر بناتے نہیں کافر بندہ اپنے قول و فعل سے ہوتا ہے۔ علماء اس کا کافر ہونا بتاتے ہیں۔ لہذا علماء نے اپنا فرض منصبی ادا کیا تھا۔ غلطی علماء اسلام کی نہیں بلکہ مسٹر اقبال کی تھی، جنہوں نے نظم شکوہ میں بارگاہِ خداوندی میں اہانت کا ارتکاب کیا تھا اور ایسے طعنے اللہ رب العزت کو دیے ہیں کہ سن کے مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کیا تقدس و عظمتِ خداوندی کا دفاع کرنا اھلِ اسلام کا فریضہ نہیں تو پھر علماء مجرم کیوں؟ جو شخص بھی ٹریفک سگنل کی خلاف ورزی کرے گا چاہے وہ کوئی جج، وکیل، ڈاکٹر، انجینئر، پروفیسر ہی کیوں نہ ہو، اس کا چالان تو ہو گا ہی۔

شکوہ

اقبال نے یہ نظم اپریل 1911ء میں انجمن حمایت اسلام کے جلسہ میں پڑھی۔ اس نظم میں اقبال نے جو گستاخانہ انداز اختیار کیا اقبال کو خود اعتراف ہے۔ قبل اس سے کہ ہم اقبال کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں گلے شکوے اور اعتراضات کو بیان کریں۔ بارگاہ الٰہی میں شکوہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کے افعال پر اعتراض کرنے کی شرعی حیثیت بیان کریں گے تاکہ اسلامی تصور واضح ہو اور ایسا کرنے والے کا شرعی حکم بھی معلوم ہو جائے۔

مولنا احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں۔

"مولا عزوجل قادر تھا اور ہے کہ بے کسی نبی و کتاب کے تمام جہان کو ہدایت فرمادے۔

ولو شاء الله لجمعھم علی الھدی فلا تکونن من الجاھلین۔ اور اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا تو اے سننے والے تو ہر گز نادان نہ بن۔

مگر اس نے دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے اور ہر نعمت میں اپنی حکمت بالغہ کے مطابق مختلف حصہ رکھا ہے۔ وہ چاہتا تو انسان وغیرہ جانداروں کو بھوک ہی نہ لگتی تو بھوکتے ہوتے تو کسی حرف نام پاک لینے سے کسی کا حواء سونگھنے سے پیٹ بھرتا۔ زمین جوتنے سے روٹی پکانے تک جو سخت مشقتیں ہوتی ہیں کسی کو نہ ہوتیں۔ مگر اس نے یونہی چاہا اور اس میں بھی بے شمار اختلاف رکھا۔ کسی کو اتنا دیا کہ لاکھوں پیٹ اس کے در سے پلتے ہیں اور کسی پر اس کے اہل و عیال کے ساتھ تین تین فاقے گزرتے ہیں۔

غرض ہر چیز میں ھم یقتسمون رحمۃ ربک نحن قسمنا بینھم (کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں۔ ہم ان میں ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا۔ ت) کی نیرنگیاں ہیں۔ احمق بدعقل یا جہل بددین وہ اس کے ناموس میں چون وچرا کرے کہ یوں کیوں نہ کیا؟۔۔۔۔۔ سنتا ہے اس کی شان ہے یفعل اللہ ما یشاء (اللہ جو چاہے کرتا ہے)۔ اس کی شان ہے ان اللہ یحکم ما یرید (اللہ جو چاہے حکم فرماتا ہے)۔ اس کی شان ہے لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون (وہ جو کچھ کرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اور سب سے سوال ہوگا)۔

زید نے روپے کی ہزار اینٹیں خریدیں۔ 500 مسجد میں لگائیں۔ 500 پاخانہ کی زمین اور قدمچوں میں کیا اس سے کوئی الجھ سکتا ہے کہ ایک ہاتھ سے بنائی ہوئی ایک مٹی سے بنی ہوئی

ایک آوے سے پکی ہوئیں ایک روپے کی مول لی ہوئیں ہزار اینٹیں تھیں۔ ان 500 میں کیا خوبی تھی کہ مسجد میں صرف کیں اور ان 500 میں کیا عیب تھا کہ جائے نجاست میں رکھیں۔ اگر کوئی احمق اس سے پوچھے بھی تو وہ یہی کہے گا میری ملک تھیں جو میں نے چاہا کیا۔

جب مجازی جھوٹی ملک کا یہ حال ہے تو حقیقی سچی ملک کا کیا پوچھنا۔ ہمارا اور ہماری جان و مال اور تمام جہان کا وہ اکیلا پاک نرالا سچا مالک ہے۔ اس کے کام اس کے احکام میں کسی کو مجال دم فردن کیا معنی؛ کیا کوئی اس کا ہم سر یا اس پر افسر ہے جو اس سے کیوں اور کیا کہے۔ مالک علی الاطلاق ہے۔ بے اشتراک ہے جو چاہے کیا جو چاہے کرے گا۔ ذلیل فقیر بے حیثیت حقیر اگر بادشاہ جبار سے الجھے تو اس کا سر کھجایا ہے۔ شامت نے گھیرا ہے اس سے ہر حال میں یہی کہے گا کہ وہ بد عقل، بے ادب، اپنی حد پر رہ جب یقیناً معلوم ہے کہ بادشاہ کمال عادل اور جمیع کمال صفات میں یکتا و کامل ہے تو تجھے اس کے احکام میں دخل دینے کی کیا مجال۔

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش

نظام مملکت خویش خسرواں دانند

تو خاک نشین گدا گر ہے اے حافظ شور مت کر اپنی سلطنت کے نظام کو بادشاہ جانتے ہیں۔

ت۔

افسوس کہ دنیوی، مجازی، جھوٹے بادشاہوں کی نسبت تو آدمی کو یہ خیال ہو اور ملک الملوک بادشاہ حقیقی کے احکام میں رائے زنی کرے۔ سلاطین تو سلاطین اپنا برابر زئی بلکہ اپنے سے بھی کم رتبہ شخص بلکہ اپنا نوکر یا غلام جب کسی صفت کا استاد ماہر ہو اور خود یہ شخص اس سے آگاہ نہیں تو اس کے اکثر کاموں کو ہرگز نہ سمجھ سکے۔ اس پر معترض ہی نہ ہو گا۔ جان

لے گا کہ یہ اس کام کا استاد و حکیم ہے۔ میرے خیال وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔

غرض اپنی فہم کو قاصر جانے گا نہ اس کی حکمت کو، پھر رب الارباب حکیم حقیقی، عالم السر والخفی عزوجلالہ کے اسرار میں خوض کرنا اور جو سمجھ میں نہ آئے اس پر معترض ہونا اگر بے دینی نہیں جنون ہے۔ اگر جنون نہیں بے دینی ہے۔ والعیاذ باللہ رب العلمین۔

اے عزیز کسی بات کو حق جاننے کے لیے اس کی حقیقت جاننی لازم نہیں ہوتی۔ دنیا جانتی ہے کہ مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے اور مقناطیسی قوت دیا ہوا۔ لوہا ستارہ قطب کی طرف توجہ کرتا ہے۔ مگر اس کی حقیقت و کنہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس خاکی لوہے اور اس افلاکی ستارے میں کہ یہاں سے کروڑوں میل دور ہے۔ باھم کیا الفت؟ اور کیونکر اس کی جہت کا شعور ہے اور یہی نہیں عالم میں ہزاروں ایسے عجائب ہیں کہ بڑے بڑے فلاسفہ خاک چھان کر مر گئے ہیں۔ اور ان کی کنہ نہ پائی۔ پھر اس سے ان باتوں کا انکار نہیں ہو سکتا آدمی اپنی جان ہی کو بتائے وہ کیا شئے ہے۔ جسے یہ میں کہتا ہے اور کیا چیز جب نکل جاتی ہے تو یہ مٹی کا ڈھیر بے حس و حرکت رہ جاتا ہے۔

اللہ جل جلالہ فرقان حکیم میں فرماتا ہے؛

وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العالمین۔ تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ رب سارے جہان کا

اور فرماتا ہے؛

ھل من خالق غیر اللہ — کیا کوئی اور بھی کسی چیز کا خالق ہے اللہ کے سوا

اور فرماتا ہے؛

له الخيرة — اختیار خاص اسی کو ہے۔

اور فرماتا ہے؛

الا له الخلق والامر تبرک الله رب العالمین — سنتے ہو پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کے لیے ہے بڑی برکت والا ہے اللہ مالک سارے جہاں کا۔

یہ آیات کریمہ صاف ارشادات فرما رہی ہیں کہ پیدا کرنا، عدم سے وجود میں لانا خاص اسی کا کام ہے۔ دوسرے کو اس میں اصلاً (بالکل) شرکت نہیں۔ نیز اصل اختیار اسی کا ہے۔ نیز بے اس کے شیت کے کسی کی شیت نہیں ہو سکتی۔ (فتاوی رضویہ جلد 29 صفحہ 293-294)

- جو کہے مجھے نہیں معلوم اللہ نے جب مجھے دنیا میں کچھ نہ دیا تو مجھے پیدا ہی کیوں کیا؟
  یہ قول کفر ہے۔ (منح الروض صفحہ 521)
- کسی مسکین نے اپنی محتاجی دیکھ کر یہ کہا اے خدا فلاں بھی تیرا بندہ ہے اسے تو نے کتنی نعمتیں دے رکھی ہیں اور میں بھی تیرا بندہ ہوں مجھے کس قدر رنج و تکلیف دیتا ہے۔ آخر یہ کیا انصاف ہے۔
  ایسا کہنا کفر ہے۔ (فتاوی عالمگیری جلد 2 صفحہ 62)
- جس شخص نے مصیبت پہنچنے پر کہا اے اللہ تو نے مال لے لیا، فلاں چیز لے لی، فلاں چیز لے لی، اب کیا کرے گا؟ اب کیا چاہتا ہے یا رب کیا باقی رہ گیا ہے۔
  یہ قول کفر ہے۔ (البحر الرائق جلد 5 صفحہ 27)

اللہ تعالی سے شکوہ اور اس کے افعال پر اعتراض کرنے کا حکم شرعی واضح ہو جانے کے بعد اب آئیں اقبال کی نظم شکوہ کے اشعار کی طرف آتے ہیں؛

ڈاکٹر اقبال لکھتا ہے؛

جرات آموزی مری تاب سخن ہے مجھ کو
شکوہ اللہ سے خاکم بدھن ہے مجھ کو

اے خدا شکوہ ارباب وفا بھی سن لے
خو گر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے

پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں
ہم وفادار نہیں تو بھی تو دلدار نہیں

رحمتیں ہیں تیری اغیار کے شانوں پر
برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

خندہ زن کفر ہے احساس تجھے ہے کہ نہیں
اپنی توحید کا کچھ پاس تجھے ہے کہ نہیں

قہر تو یہ ہے کہ کافر کو ملیں حور و قصور
اور بے چارے مسلماں کو فقط وعدہ حور

طعن اغیار ہے رسوائی ہے ناداری ہے
کیا تیرے نام پہ مرنے کا عوض خواری ہے

آئے عشاق گئے وعدہ فردہ لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

پھر یہ آزردگی غیر سبب کیا معنی
اپنے شیداؤں پہ یہ چشم غضب کیا معنی

کبھی ہم سے کبھی غیروں سے شناسائی ہے
بات کہنے کی نہیں تو بھی تو ہر جائی ہے

آج کیوں سینے ہمارے شرر آباد نہیں
ہم وہی سوختہ ساماں ہیں تجھے یاد نہیں

(کلیات اقبال صفحہ 203تا210)

ان اشعار میں اقبال نے منہ بھر کے اللہ تعالیٰ کو کھری کھری سنائی ہیں۔(معاذ اللہ)
کہیں تو بے وفا، ہر جائی، تجھے یاد نہیں، تو بھی تو دلدار نہیں وغیرہ الفاظ سے اللہ رب العزت سے کھلے عام شکوہ کیا ہے جو کہ واضح کفر ہے۔ جس میں کوئی شک نہیں۔

اس نظم کے تقریباً تین سال بعد تک۔ اقبال کو سانپ سونگھ گیا اور اقبال نے ان اشعار سے توبہ ورجوع کی کوئی بات نہیں جبکہ؛

علماء دین نے اعتراضات کیے تھے کہ نظم کا لب ولہجہ گستاخانہ ہے۔
(زندہ رود صفحہ 189)

اقبال کو گستاخ خدا ہونے کا خود بھی اعتراف ہے۔ لکھتا ہے؛

چپ رہ نہ سکا حضرت یزداں میں بھی اقبال
کرتا کوئی اس بندہ گستاخ کا منہ بند

یقیناً علماء نے اس گستاخ کا منہ بند کرنے کے لیے اپنا فرض ادا کیا۔ اور اقبال کے بارگاہِ خداوندی میں اس شکوہ کو کفر قرار دیا۔ لیکن محبین اقبال نے اس وقت سے لے کر آج تک اس بندہ گستاخ کا منہ بند کرنے والے علماء پر لعن وطعن کی بوچھاڑ جاری رکھی اور کہہ دیا کہ اگر اقبال نے اللہ تعالیٰ کو کھری کھری سنائی ہیں تو کیا ہوا اقبال صاحب نے شکوہ کا جواب بھی تو لکھ دیا تھا۔ اس کے لیے اتنا ہی کہوں گا، اگر تمہارے سینے میں دل اور دل میں ایمان کی

شمع روشن ہے تو پھر جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے بے وفا، ہر جائی اور دیگر گستاخانہ الفاظ کہہ کر جواب شکوہ لکھنے سے نہ تو اقبال کی وہ گستاخیاں مٹ سکتی ہیں اور نہ توبہ ورجوع ثابت ہو سکتا ہے۔

شریعت طیبہ کے کسی اصول وضابطے سے اسے توبہ نہیں کہا جا سکتا تو پھر اقبال کا شکوہ کے لکھنے کے تین سال بعد جواب شکوہ براءت کا سبب کیسے بن گیا۔

1۔ جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور کے سابقہ شیخ الحدیث اور جامعہ نعیمیہ کراچی کے موجودہ شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں؛

"واضح رہے کہ جواب شکوہ، شکوہ کے گستاخانہ اشعار سے رجوع اور توبہ نہیں ہے۔
(تفسیر تبیان القرآن جلد2 صفحہ 495)

2۔ مولنٰا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے صاحبزادے مولنٰا مصطفی رضا خاں صاحب لکھتے ہیں؛

شکوہ کے جواب میں جواب شکوہ لکھا اس میں اور کفریات بکے۔ شکوہ سے توبہ تو نہ کی نئی نسلوں سے ڈاکٹر کی بجائے علامہ کہنا لکھنا شروع کر دیا۔
(فتاویٰ مفتی اعظم جلد پنجم صفحہ 358، اکبر بک سیلرز، لاہور پاکستان)

اقبال کے انبیاء علیہم السلام کے متعلق عقائد

سرکارِ دوعالم ﷺ کو یتیم لڑکا اور مثل بشر لکھا؛

1۔ اقبال لکھتا ہے؛

ذاتی اقتدار و حکومت کی مخالفت تمام دنیا سے بڑھ کر خود آپ ﷺ نے کی ارشاد فرمایا "میں بھی ایسا ہی بشر ہوں جیسے تم ہو تمہاری طرح میری مغفرت بھی خدا ہی کے رحم و کرم پر موقوف ہے۔(مقالات اقبال ص131)

2۔ پیغمبر اسلام ایسے ہی حکمران تھے۔ان کے پاس لوگوں پر اپنی مرضی مسلط کرنے کے لیے کوئی مستقل فوج نہیں تھی وہ صرف ایک یتیم لڑکے تھے۔(العیاذ باللہ)

(مقالات اقبال ص354)

اقبال کا نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کا اس عامیانہ انداز میں ذکر یقیناً خلاف ادب ہے۔

ردالمحتار میں ہے، "حضور اکرم ﷺ کا تذکرہ باعظمت اسماء کے ساتھ کرنا لازم و فرض ہے۔

نبی کریم ﷺ کو بے کس اور غریب آدمی لکھا ہے۔

3۔ اسلام کے نبی برحق کے پاس دولت بھی نہ تھی کہ اس کا لالچ دے کر لوگوں کو اپنا معتقد بناتے آپ تو غریب آدمی تھے جنہیں کئی کئی دن فاقہ کشی کرنا پڑتی تھی۔۔۔۔۔۔ایک بے کس اور مظلوم انسان سے ترقی کرتے کرتے آپ جزیرہ نمائے عرب کے حکمران بن گئے(العیاذ باللہ) (مقالات اقبال ص355، القمر انٹرپرائزز، لاہور)

زرقانی علی المواہب میں ہے؛

قال تعالی و وجدك عائلا فاغنیٰ نص علی انه اغناه بعد ذالك فزال عنه ذالك الوصف فلا یجوز وصفه به بعد

"اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک" اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو محتاج پایا تو غنی کر دیا۔ واضح طور پر شاھد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو غنی کر دیا ہے۔ جس سے محتاجی والا وصف زائل ہو چکا ہے۔ لہذا اس کے بعد آپ ﷺ کا یہ وصف بیان کرنا ہر گز جائز نہیں۔

اسی میں ہے؛

ومذهب مالك لا یجوز علیه هذا الاسم

امام مالک کا مذہب یہی ہے کہ اس اسم کا اطلاق آپ ﷺ پر جائز نہیں۔

نسیم الریاض شرح شفاء میں ہے؛

الانبیاء علیهم الصلوة والسلام لا یوصفون بالفقر ولا یجوز ان یقال لنبینا ﷺ فقیر و قولهم عنه الفقر فخری لا اصل له۔

تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو فقر کے ساتھ متصف نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے نبی و آقا ﷺ کو فقیر کہنا جائز نہیں باقی آپ ﷺ کے بارے میں جو منقول ہے الفقر فخری اس کی کوئی اصل نہیں

نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض الوجہ الخامس ان لا یقصد دار الفکر بیروت 405/4

شفا شریف میں ہے؛

افتی فقهاء الا ندلس بقتل ابن حاتم المتفقة الطلیطلی وصلبه لما شهد علیه من استخفافه بحق النبی ﷺ وتسمية

فقہا لا ندلس بقتل ابن حاتم المتفقۃ الطلیطلی کے قتل اور پھانسی لٹکانے کا فتویٰ دیا اور اس کے خلاف شہادت ملی کہ اس نے

اياه اثناء المناظر ته باليتيم وختن يدر وزعمه ان زهده عليه الصلوة والسلام لم يكن قصد اولو قدرعلى الطيبات اكلها الى اشباه لهذا

(نسيم الرياض شرح شفا باب في بيان ماهوا دارالفكر بيروت(336/4)

دوران مناظرہ آپ ﷺ کے مقام کی بے ادبی کرتے ہوئے آپ ﷺ کو یتیم اور حیدر کا سسر کہا، اور اس کا خیال یہ تھا کہ آپ ﷺ کا فقر اختیاری نہ تھا اگر آپ ﷺ طیبات پر قادر ہوتے تو ضرور انہیں استعمال میں لاتے اس کی مثل گستاخی کے دیگر اقوال (ت)

نیز شفاء میں ہے؛

افتی ابوالحسن القابسی فیمن قال فی النبی ﷺ الجمّال یتیم ابی طالب بالقتل لظهور استهانته بذلك

امام ابوالحسن قابسی نے اس کے قتل کا فتویٰ دیا جو آپ ﷺ کو ابو طالب کا یتیم اونٹوں والا کہے، کیونکہ یہ ﷺ کے حق میں توہین ہے۔(ت)

(الشفاء لتعریف حقوق المصطفیٰ الباب الاول فی بیان ماھو فی قول ﷺ مطبع شرکت صحافیہ ترکی 209/2 بحوالہ فتاوی رضویہ جلد 14 ص 628/627)

5۔ نبی کریم ﷺ کو افسوں پڑھنے والا لکھا (معاذاللہ)

اقبال لکھتا ہے؛

اے عرب کی مقدس سرزمین: تجھ کو مبارک ہو تو ایک پتھر تھی جس کو دنیا کے معماروں نے رد کر دیا تھا مگر ایک یتیم بچے نے خدا جانے تجھ پر کیا افسوں پڑھ دیا۔

(مقالات اقبال ص 112، القمر انٹرپرائزز، لاہور)

لفظ یتیم سے متعلقہ بحث سابق میں گزر چکی مذکورہ عبارت میں لفظ افسوں کا معنی اُردو لغت کی مشہور و معروف کتاب فیروز اللغات سے ملاحظہ فرمائیں

"افسوں" : جادو، سحر، منتر، فریب، دھوکا

"افسوں (پھونکنا) کرنا" : منتر پھونکنا، جادو کرنا، بہکانا (فیروز اللغات ص 103 مطبوعہ فیروز سنز)

6۔ بارگاہ نبوی میں عامیانہ انداز تحریر

اقبال لکھتا ہے؛

قرآن مجید ایسی آیات سے بھرا پڑا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کیونکر لوگوں کو ہر ممکن طریقے سے سمجھانے کی کوشش کی آپ ﷺ کی ذات میں کوئی مافوق الفطرت بات موجود نہیں۔ جب ایک بوڑھا آپ سے ملنے آیا اور آپ ﷺ نے اس سے بے اعتنائی برتی تو خدا کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی۔۔۔۔۔۔۔۔رسول اکرم ﷺ بڑے بے تکلفانہ انداز میں عام لوگوں سے میل جول رکھتے تھے آپ ﷺ کے کردار میں دوسروں سے بالاتر ہونے کی کوئی امتیازی علامت موجود نہ تھی۔

(مقالات اقبال ص 356 تا 357 القمر انٹرپرائزز، لاہور)

7۔ رسول اللہ ﷺ کے اختیارات اور علم غیب کے متعلق

اقبال لکھتا ہے؛

آپ ﷺ نے اپنی شخصیت اور اختیار کے بارے میں لوگوں کے تمام شکوک و شبہات واضح الفاظ میں دور کر دیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے آگے یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں خزانوں کا مالک ہوں یا غیب کا علم رکھتا ہوں۔ (مقالات اقبال ص 356)

اس جملے کے جواب میں صرف اتنا ہی کافی ہے؛

انا اعطینك الكوثر۔ اے محبوب ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرما دی۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں؛

اوتیت مفاتیح خزائن الارض — مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔

(بخاری شریف جلد1 ص508 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

معراج کی رات رب العزت نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا؛

فعلمت مافی السموت ومافی الارض — پس میں جو کچھ آسمانوں اور زمین میں تھا سب کچھ جان گیا۔

(جامع ترمذی جلد دوم ص629)

8۔ کلیم اللہ کی مقدس صفت کے لعنت بن جانے کا عقیدہ (معاذ اللہ)

اقبال لکھتا ہے؛

ہو اگر قوت فرعون کی درپردہ مرید
قوم کے حق میں ہے لعنت وہ کلیم الٰہی

(کلیات اقبال ص 641)

قارئین اوراق قوت فرعون کی درپردہ مرید فرض کر کے مقدس صفت کلیم الٰہی کو قوم کے لیے لعنت ثابت کرنا شانِ نبوت میں بہت بڑی جسارت ہے۔

9۔ بکریاں چرانے والا موسیٰ علیہ السلام کا مقام و مرتبہ پاسکتا ہے۔ (استغفر اللہ)

اگر کوئی شعیب آئے میسر — شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

(شرح کلیات اقبال صفحہ 672)

اس شعر کی تشریح میں مفتی غلام حسن نے لکھا ہے؛

"اگر مجھے بھی حضرت شعیب علیہ السلام کی مثل کوئی رہنما مل جائے تو یقیناً میں حضرت

موسیٰ علیہ السلام جیسا مقام و مرتبہ پاسکتا ہوں۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

(شرح کلیات اقبال ص 672 مطبوعہ اسلام بکڈپو لاہور)

اس شعر میں خلاف اسلام عقیدہ بیان کیا گیا ہے مقام نبوت کسبی نہیں بلکہ وھبی ہے تو مقام موسیٰ علیہ السلام تک پہنچنے کا دعوی کس طرح درست ہو سکتا ہے۔

10۔ پیغمبر کو شاعر کہا؛

اقبال لکھتا ہے؛

پیغمبر محض ایک عملی شاعر ہوتا ہے۔ (منتشر خیالات اقبال صفحہ 103، مرتب جاوید اقبال)

11۔ موسیٰ علیہ السلام کی خصوصی صفت کا انکار

اقبال لکھتا ہے؛

خصوصیت نہیں کچھ اے کلیم تیری — شجر حجر بھی خدا سے کلام کرتے ہیں

(مقالات اقبال ص 119، کلیات اقبال ص 172)

قارئین کتاب و سنت میں جس وصف کو انبیاء علیہم السلام خصوصاً سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے لیے خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے اس شعر میں اقبال نے درختوں اور پتھروں کو بھی اس وصف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملا کر جناب موسیٰ علیہ السلام کے کلیم اللہ ہونے کی خصوصیت کا انکار کیا ہے۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے؛

کلم اللہ موسیٰ تکلیما (سورۃ النساء آیت 164) — اور اللہ نے موسیٰ سے حقیقتاً کلام فرمایا

سورۃ الاعراف میں رب تعالیٰ فرماتا ہے؛

یا موسیٰ انی اصطفیتك علی الناس — اے موسیٰ میں نے تم کو لوگوں پر اپنے

برسالتی وبکلامی (سورۃ اعراف آیت 144)	پیغامات اور اپنے کلام سے فضیلت دی۔

سورۃ بقرہ میں رب تعالیٰ فرماتا ہے؛

تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجت (سورۃ بقرہ آیت 253)	یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت دی کچھ اُن میں وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور ان میں سے بعض کو درجوں بلند فرمایا

نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا؛

قال لی ربی عزوجل نحلت ابراهيم خلتى وكلمت موسىٰ تكليما واعطيت يا محمد كفاحا	مجھ سے میرے رب عزوجل نے فرمایا میں نے ابراہیم کو اپنی خلت بخشی اور موسیٰ سے کلام فرمایا اور تجھے اے محمد اپنا مواحد عطا فرمایا۔

(تاریخ دمشق الکبیر 296/3) ذکر عروجہ الی السمآء واجتماعہ الی الانبیآء - دارالاحیا اثرات بیروت)

شیخ عبدالعزیز صاحب محدث دھلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں؛

ہمکلامی باخدائے عزوجل مختص است بملائکۃ وانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام وغیر ایشاں را ہرگز میسر نمیشود پس فرمایس ہمکلامی باخدا گویا فرمائش آں است کہ ماہمہ را پیغمبراں یا فرشتہا سازد	اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی صرف انبیاء اور فرشتوں کے لیے خاص ہے۔ علیھم الصلوۃ والسلام۔ ان کے علاوہ کسی دوسرے کو ہرگز یہ میسر نہیں ہوتی پس اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کی فرمائش کرنا گویا کہ اپنے کو پیغمبروں اور فرشتوں میں شمار کرنا ہے۔

(فتح العزیز (تفسیر عزیزی))

12۔ غیر نبی کو نبی پر فضیلت دینے کا عقیدہ

اقبال حضرت سیدنا نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضری دینے کے بعد لکھتا ہے؛

تیری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا

(کلیات اقبال ص119، التجائے مسافر)

شفا شریف میں ہے؛

وكذالك نقطع بتكفير غلاة الرافضه فى قولهم ان الائمة افضل من الانبياء (شفا شریف فصل فی بیان ماھو من المقامات 275/2)	اور اس طرح ہم یقین کافر جانتے ہیں ان غالی رافضیوں کو جو آئمہ کو انبیاء سے افضل جانتے ہیں۔

امام اجل نووی کتاب الروضہ پھر امام ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام مطبع مصر ص44 میں کلام شفاء نقل فرماتے اور مقرر لکھتے ہیں، ملا علی قاری شرح شفا مطبوعہ قسطنطنیہ جلد 2 ص 526 میں فرماتے ہیں؛

ھذا کفر صریح	یہ کھلا کفر ہے

منح الروض الازھر شرح فقہ اکبر مطبع حنفی ص146 میں ہے؛

مانقل عن بعض الكراميه من جواز كون الولى افضل من النبى كفر و ضلاله والحاد وجهالة	وہ جو بعض کرامیہ سے منقول ہوا کہ جائز ہے کہ ولی نبی سے مرتبے میں بڑھ جائے یہ کفر و ضلالت و بے دینی و جہالت ہے۔

شرح مقاصد مطبوع قسطنطنیہ جلد2 ص35 میں ہے؛

ان الاجماع منعقد علی ان الانبیآء افضل من الاولیاء	بے شک مسلمانوں کا اجماع قائم ہے اس پر کہ انبیاء علیہم السلام اولیاء عظام سے افضل ہیں

شرح عقائد نسفی ص 65 پھر طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ ص 125 میں ہے؛

واللفظ لهما (تفضيل اولى على النبي) مرسلا كان اولا (كفر و ضلال كيف هوو وهو تحقير للنبي) بالنسبة الحال للولي (وخرق الاجماع) حيث اجمع المسلمون على فضيلة النبي على الولي	ولی کو کسی نبی سے خواہ وہ نبی مرسل ہو یا غیر مرسل افضل بتانا کفر و ضلال ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس میں ولی کے مقابل نبی کی تحقیر اور اجماع کا رد ہے کہ ولی سے نبی کے افضل ہونے پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے۔

باختصاره

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 175 میں ہے؛

النبي افضل من الولي وهوا امر مقطوع له والقائل بخلافه كافر لانه معلوم من الشرع بالضرورة	نبی ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے والا کافر ہے کیونکہ یہ ضروریات دین میں سے ہے۔

(ارشاد الساری کتاب العلم باب مایستحب للعالم 214/1
بحوالہ فتاوی رضویہ جلد 14 ص 262 تا 263)

13۔ ایک غیر مسلم کی دعوت میں پیغمبرانہ شان ہونے کا عقیدہ؛

اقبال کہتا ہے؛

بایں ہمہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ غزالی کی دعوت میں ایک پیغمبرانہ شان پائی جاتی تھی کچھ یہی حیثیت اٹھارہویں صدی میں کانٹ کو جرمنی میں حاصل ہوئی؛

(تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ ص 41، بزم اقبال لاہور)

من ذهب ------ الى ان الولي افضل من النبي فهو زنديق	جو اس طرف گیا کہ ولی نبی سے افضل ہے وہ زندیق ہے۔

(المواهب اللدنيه 183/3)

نبی ہونے کا عقیدہ:-

ڈاکٹر اقبال اپنی ایک رباعی میں لکھتا ہے؛

میں کشور شعر کا نبی ہوں گویا
نازل ہے میرے لب پہ کلام حالی

(سرود رفتہ صفحہ 201، غلام رسول مہر زندہ رود صفحہ 124، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز)

محمد علی جناح مسیح بن کر اترے (معاذ اللہ) :-

اقبال لکھتا ہے؛

لندن کے چرخ نادرہ فن سے پہاڑ پر
اترے مسیح بن کے محمد علی جناح

(ذکر اقبال 110، زمیندار 9 نومبر 1921 از عبد المجید سالک)

پارسی کو دیکھ کر نبی یاد آجاتے ہیں (استغفر اللہ):-

ڈاکٹر اقبال لکھتا ہے؛

(ہوٹل) یہاں کا منتظم ایک پارسی پیر مرد ہے۔ جس کی شکل سے اس قدر تقدس ظاہر ہوتا ہے کہ دیکھنے والے کو ایران کے پرانے خشور (نبی) یاد آجاتے ہیں۔ (مقالات اقبال صفحہ 102)

مدینہ طیبہ کو یثرب لکھتا ہے:-

اقبال جا بجا نظم و نثر میں مدینہ طیبہ کو یثرب اور حضور علیہ السلام کو صاحب یثرب لکھتا ہے۔

خوب ہے تجھ کو شعارِ صاحب یثرب کا پاس
کہہ رہی ہے زندگی تیری کہ تو مسلم نہیں

(شرح کلیات اقبال صفحہ 429)

خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا
خوشا وہ دور کہ دیدارِ عام تھا اس کا

(شرح کلیات اقبال صفحہ 166)

حدیث مبارک

جبکہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں؛

امرت بقرية تاكل القرى يقولون يثرب وهي المدينة	مجھے ایک ایسی بستی کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا جو تمام بستیوں پر حاوی ہے۔ لوگ اُسے یثرب کہتے ہیں حالانکہ وہ مدینہ ہے۔

(بخاری 622/2، فضائل المدینہ حدیث 1772، مسلم 444/1)

حدیث مبارک

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں؛

ان الله امرنى ان اسمى المدينة طيبة	اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم فرمایا کہ میں مدینہ کا نام طیبہ رکھوں۔ (مسند احمد بن حنبل 89/5)

امام محدث نووی شرح صحیح مسلم میں پہلی حدیث کے تحت لکھتے ہیں؛

حدیث مبارکہ

جبکہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں؛

ان بعض الناس من المنافقين و غيرهم يسمونها يثرب وانما اسمها المدينة وطابة وطيبة	بے شک بعض منافق وغیرھم اس کو یثرب کہتے ہیں اور میں نے اس کا نام مدینہ طابہ اور طیبہ رکھا ہے (نووی فرماتے ہیں)
ففي هذا كراهة تسميتها يثرب وقد جآء في مسند احمد بن حنبل حديث عن النبي ﷺ في كراهة تسميتها يثرب وحكى عن عيسى بن دينار انه قال من سماها يثرب كتبت عليه خطيئة۔	اس حدیث میں مدینہ کو یثرب کہنے کی کراہت موجود ہے۔ اور مسند احمد بن حنبل میں نبی کریم ﷺ سے حدیث آئی ہے۔ مدینہ کو یثرب کہنے کے مکروہ ہونے پر حضرت عیسیٰ بن دینار سے حکایت کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں جس نے مدینہ کو یثرب کہا اس پر گناہ لکھ دیا گیا۔

(شرح صحیح مسلم للنووی جلد 1 صفحہ 444، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

بنیادی طور پر ملازمت کے لحاظ سے ایک بیرسٹر کی حیثیت سے اقبال کو جو شرعی مسائل پیش آتے اقبال وہ مسائل کبھی کسی عالم سے اور کبھی کسی عالم سے پوچھ لیتا تھا۔ شرعی مسائل میں اقبال زیادہ تر دیوبندی مولوی سلمان ندوی سے ہی استفسار کرتا اور اس کو اپنے مرشد کی حیثیت دیتا تھا۔ دینی علم کے لحاظ سے اقبال کی یہ حالت تھی بعد میں غالی معتقدین نے بیرسٹر اقبال کو علامہ اقبال کہنا شروع کر دیا۔

شعراء قرآن واحادیث کی روشنی میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

والشعرآء یتبعھم الغاون O الم تر انھم فی کل وادیھیمون O وانھم یقولون مالا یفعلون O الا الذین امنوا وعملوا الصلحت۔

(سورۃ الشعرآء آیت 224 تا 227)

اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں کیا آپ نے انہیں نہ دیکھا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور بے شک وہ جو کچھ کہتے ہیں اس پر خود عمل نہیں کرتے ۔ سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے۔

آیات طیبات میں شعراء کی مذمت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اہل ایمان اور اعمال صالحہ رکھنے والے شعراء کا استثناء بھی فرمایا گیا ہے۔

یقیناً جن اہل ایمان صالحین نے شاعری کی صورت میں اسلام کی خدمت اور اللہ عزوجل و رسول اللہ ﷺ کی حمد و نعت لکھی اور دشمنان اسلام کو جواب دیے وہ قابل تحسین ہیں۔ جیسے سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا، کیا رسول اللہ ﷺ کے پاس شعر سنے جاتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اشعار آپ کے نزدیک مبغوض ترین تھے۔ (مسند احمد جلد 6 ص 134)

یقیناً وہی اشعار مبغوض تھے جو خلاف شرع تھے ورنہ رسول اللہ ﷺ خود شعر سماعت فرماتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شعر کلام ہے اس کا اچھا کلام اچھا ہے اور بُرا کلام بُرا ہے۔

(متن دار قطنی جلد 4 ص 155)

آیت وحدیث سے معلوم ہوا وہ شاعر جو جو کچھ کہتا ہے اس پر عمل نہیں کرتا۔ اور شعر بھی درست نہیں کہتا وہ خدا اور رسول عزوجل و ﷺ کو پسند نہیں۔ اپنے کہنے پر عمل نہ کرنے کا۔ اقبال کو خود اعتراف ہے۔ لکھتا ہے:

اقبال بڑا اپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے

گفتار کا غازی تو بنا کردار کا غازی بن نہ سکا

قارئین کرام آیت وحدیث کی روشنی میں ہی دیکھیں ایسا شاعر جو اپنی شاعری میں کبھی تو خدا کی توہینیں، کبھی انبیاء علیہم السلام، کبھی ملائکہ کرام، کبھی علماء ومشائخ عظام کی اہانتیں کرنے والا ہو اور اس کے برعکس کبھی ہندوؤں کے باطل معبودوں رام کی تعریفیں، کبھی سکھوں کے نام کی تعریف میں قصیدے، کبھی ملکہ وکٹوریہ کے مرنے پر اس کے در کے ٹکڑے کھانے کے لیے یہاں تک لکھ جائے کہ:

اے ہند تیرے سر سے اٹھا سایہ خدا

اک غم گسار تیرے مکینوں کی تھی چلی گئی

میت اٹھی ہے شاہ کی تعظیم کے لیے

اقبال اڑ کے سر راہ گزار ہو

(سرود رفتہ صفحہ 181 تا 191)

کیا ایسا شاعر قرآن وحدیث کی وعیدات کا مصداق نہیں بنتا؟ فیصلہ خود فرمالیں۔

اقبال، علماء دین اور مشائخ کرام

اقبال نے اپنی تحریروں میں علماء اسلام اور صوفیاء عظام کی مقدس ہستیوں کو بلا استثناء نشانہ بنا کر ان کی ہجو اور برائی بیان کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں چھوڑی۔

مسلمانوں کی پستی اور کمزوریوں کا سارا ملبہ علماء اسلام پر ڈال دیا کہ اس کا قصور وار بھی علماء ہی ہیں۔ حالانکہ خدمت اسلام میں علماء کے عظیم کارنامے سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ حقیقت میں اگر دیکھا جائے تو آج ہمارے پاس اگر اسلام کی تعلیمات موجود ہیں تو اس میں علماء اسلام کا ایک بہت بڑا حصہ موجود ہے۔ کیا امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شفعی و امام احمد بن حنبل، امام بخاری و امام مسلم، امام غزالی و امام رازی علماء دین نہیں تھے۔ اگر ہیں تو بتائیں ان کی مقدس ہستیوں سے اسلام کو فائدہ ہوا یا نقصان۔

اقبال نے ملا اور مولوی کے لفظ کو بدنام کرنے کی ہر صورت کوشش کی۔ ساری خرابی و فساد کی جڑ علماء دین کو قرار دیا۔ ناظرین اوراق علماء دین کی محبت لوگوں کے دلوں سے نکال دینا، باطل کے ہتھکنڈوں میں سے ایک ہے۔ باطل تو چاہتا ہے کہ لوگ علماء کے پاس نہ جائیں کیونکہ حمیت اسلامی اور غیرت ایمانی کا جذبہ یہیں سے ملے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جب لوگ علماءِ دین سے دور ہو کر اس طرح کے لوگوں کے ہاتھ لگے، دین سے ہی دور ہو گئے۔

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ دین اسلام کو جب بھی کسی نے چیلنج کیا تو جواب علماء دین نے ہی دیا۔ اور ہر دور میں اپنے فرائض کو ادا کیا۔

محدثین نے علم حدیث میں، فقہاء نے فقہ، مجتہدین نے اجتہاد کر کے، صوفیہ کرام نے مسلمانوں کی روحانی تربیت کر کے نمایاں کارنامے انجام دیئے۔ آج انہی علماء کی بدولت دین

اسلام کے اصول و فروع کی تشریحات ہم تک پہنچی ہیں۔ یہی وہ مقدس گروہ ہے جن کو رسول اللہ ﷺ نے اپنا وارث قرار دیا۔ آیئے قرآن وحدیث کی روشنی میں مقام علماء ملاحظہ فرمایئے۔ ارشاد ربانی ہے؛

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء — اللہ کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علماء ہیں

1۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا؛

ان العالم یستغفرلہ من فی السموات ومن فی الارض والحیتان فی جوف الماء وان فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب وان العلماء ورثۃ الانبیاء

بے شک عالم دین کے لیے آسمانوں اور زمین کی چیزیں اور مچھلیاں پانی کے اندر دعاءِ مغفرت کرتی ہیں اور یقیناً عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

(رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ والدارمی، مشکوۃ شریف صفحہ 34)

2۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں؛

العلماء مصابیح الارض و خلفاء الانبیاء — علماء زمین کے چراغ ہیں اور انبیاء کے جانشین ہیں۔ (کنزالعمال جلد 10 صفحہ 77)

3۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں؛

اتبعو العلماء فانھم سرج الدنیا ومصابیح الاخرۃ — علماء کی پیروی کرو اس لیے کہ وہ دنیا اور آخرت کے چراغ ہیں (کنزالعمال جلد 10 صفحہ 77)

عالم کی توہین

1۔ حدیث مبارک میں ہے:

ثلثة لا يستخف بحقهم الامنافق بين النفاق ذوالشيبة فى الاسلام وذوالعلم وامام مقسط

تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہیں کرے گا مگر کھلا منافق ایک وہ جس کو اسلام میں بڑھاپا آیا، دوسرا عالم اور تیسرا عادل بادشاہِ اسلام۔

(المعجم الکبیر حدیث 7829، جلد 8، صفحہ 238، المکتبۃ الفیصلہ بیروت)

2۔ حدیث مبارک میں ہے:

عن عبادة بن الصامت ان رسول الله ﷺ قال ليس من امتى من لم يجل كبيرنا و يرحم صغيرنا و يعرف لعالمنا

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے، وہ میرا امتی نہیں۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد 6، صفحہ 441، مطبوعہ دار الاحیاء التراث بیروت)

کتاب وسنت سے مقامِ علماء اور توہین علماء کا حکم جاننے کے بعد اب اقبال کو علماء دین و صوفیہ کرام پر برستا دیکھیے اور غور کیجیے کہ یہ تحقیر امیز ایجا اقبال کو کس کھاتے میں ڈالتا ہے۔ اقبال لکھتا ہے:

1۔ ملا اور بہشت

میں بھی حاضر تھا وہاں ضبطِ سخن کر نہ سکا
حق سے جب حضرت ملا کو ملا حکم بہشت

(کلیات اقبال صفحہ 460)

2۔ کرے گی داورِ محشر کو شرمسار اک دن
کتابِ صوفی وملاں کی سادہ اوراقی

(کلیات اقبال صفحہ 410)

3۔ ملاں کی نظر نورِ فراست سے ہے خالی
بے سوز ہے میخانہ صوفی کی مئی ناب

(کلیات اقبال صفحہ 488)

4۔ شیر مردوں سے ہوا بیشۂ تحقیق تہی
رہ گئے صوفی وملا کے غلام ساقی

(شرح کلیات اقبال صفحہ 556)

5۔ نہ فلسفی سے نہ ملاں سے ہے غرض مجھ کو
یہ دل کی موت وہ اندیشہ و نظر کا فساد

(شرح کلیات اقبال صفحہ 642)

6۔ وہ مذہب مرداں خود آگاہ و خدا مست
یہ مذہب ملا و جمادات و نباتات

(کلیات اقبال)

7۔ یہ ہماری سعی پیہم کی کرامت ہے کہ
آج صوفی وملا ملوکیت کے ہیں بندے تمام

(ارمغان حجاز صفحہ 215)

8۔ صوفی کی شریعت میں فقط مستی احوال
ملا کی شریعت میں فقط مستی گفتار

(ضرب کلیم صفحہ 39)

9۔ کسے خبر کہ سفینے ڈبو چکی کتنے
فقیہ و صوفی و شاعر کی ناخوش اندیشی

(بال جبریل صفحہ 47)

10۔ سکھا دیے ہیں اسے شیوہ ہائے خانقہی
فقیہ شہر کو صوفی نے کر دیا ہے خراب

(بال جبریل صفحہ 56)

11۔ دین حق از کافری رسوا تراست
زانکہ ملا مومن کافر گراست

(جاوید نامہ صفحہ 87)

ترجمہ: دین حق کافری سے زیادہ رسوا ہو چکا ہے کیونکہ مومن ملا کافر بنا رہا ہے۔

اقبال صاحب کچھ اپنے عمل و کردار پر بھی غور فرمالیں کہ ان کے نزدیک اگر علماء دین و صوفیاء کرام کا دامن خدمت اسلام سے خالی ہے تو آنجناب نے کونسا اسلامی معرکہ مارا ہے جس پر اتنا اتراتے پھرتے ہیں اور علماء اسلام پر آوازیں کستے ہیں۔

ہر بندے کی اپنی ایک فیلڈ ہے اور اس کا دائرہ کار ہے وہ اپنے دائرے سے بڑھ کر کیا کام کرے گا۔ علماء سربراہِ مملکت کا کام تو نہیں کر سکتے۔ علماء کا کام مسلم امہ کی شرعی راہنمائی ہے اور وہ ہر دور میں علماء نے اپنے فرضِ منصبی کے مطابق کی ہے۔

اقبال صاحب کچھ اپنے کردار و عمل کو دیکھیں کہ انہوں نے کیا کیا ہے۔

اقبال فلسفی پر ایک نظر

مولنا احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

دیکھو ایسا نہ ہو کہ یہ فلسفہ مزخرفہ تمہارے دلوں پر زنگ جمادے کہ پھر علوم حقہ صادقہ ربانیہ کی گنجائش نہ رہے۔ کہیں یہ ہو کہ اس کے آنے سے وہ خود آجائیں گے حاشا جب یہ دل میں پکڑ گیا وہ ہرگز سایہ تک نہ ڈالیں گے کہ وہ محض نور ہیں اور نور نہیں چمکتا مگر صاف آئینہ میں۔

عزیزو: اسی زنگ کا ثمرہ ہے کہ منہمکان تفلسف علوم دینیہ کو حقیر جانتے اور علمائے دین سے استہزاء کرتے بلکہ انہیں جاہل اور لقب علم اپنے لیے خاص سمجھتے ہیں۔

اگر آئینہ دل روشن ہوتا تو جانتے کہ وہ مصطفٰی ﷺ کے وارث و نائب ہیں وہ کیسی نفیس دولت کے حامل و صاحب ہیں جس کے لیے خدا نے کتابیں اتاریں، انبیاء نے تفہیم میں عمریں گزاریں۔ وہ اسلام کے رکن ہیں۔ وہ جنت کے عماد ہیں۔ وہ خدا کے محبوب ہیں۔ وہ جانِ استاد ہیں۔۔۔۔۔۔ رہا ان کے سا استہزا اُس کا مزا آج نہ کھلا تو کل قریب ہے۔۔۔۔۔۔ عزیز د نفس خودی پسند آزادانہ اقوال کا مزہ پا کر پھول گیا۔۔۔۔۔۔ اور قال رسول اللہ ﷺ میں جو دل کا سرور آنکھوں کا نور ہے اُسے بھول گیا۔ ہیات: کہاں وہ فن جس میں کہا جائے "میں کہتا ہوں" یا نقل بھی ہو تو ابن سینا گفت (ابن سینا نے کہا) اور وہ فن جس میں کہا جائے خدا فرماتا ہے۔ مصطفٰی ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جتنا میں اور مصطفٰی میں فرق ہے، اتنا ہی اس اقول و قال اور دونوں علم میں۔ (فتاوی رضویہ جلد 27 ص 192-191)

بلا تبصرہ اس عبارت کی روشنی میں اقبال کو پرکھیں تو عقیدہ صاف کھل جائے گا کہ فلسفے نے اقبال کو اسلام سے کتنا دور پھینک دیا۔

دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی کا بیان ہے؛

فلسفہ بے کار چیز ہے اس میں جُز لا یتجزی کی نفی ہوتی ہے جب اس کی نفی ہوتی ہے تو عالم کو قدیم ہونا ثابت ہوتا ہے جس کی وجہ سے حشر و نشر حساب و کتاب غرض سب معاملہ آخرت ختم ہو جاتا ہے۔ (ملفوظات فقیہ الامت مفتی محمود حسن قسط نمبر 1 صفحہ 98)

لہذا فلسفی ہونے میں اور شاعر ہونے میں جو خلاف شرع لکھے اقبال کو کوئی فضیلت نہیں۔

اقبال اور سکھ نوازی

اس عنوان پر حوالہ جات ملاحظہ کرنے سے پہلے یہ بات سمجھ لیں کہ سکھ مت کی حقیقت کیا ہے؟

انگریز محقق رابرٹ وین ڈی ویَر اپنی کتاب (Sikhism) میں لکھتا ہے کہ گرونانک کی پیدائش 15 اپریل چودہ سو انسٹھ 1459 عیسوی کو ہوئی۔ اور خلاصہ یہ ہے کہ گرونانک نے مسلمانوں اور ہندوؤں کو جوڑنے کے لیے ایک تیسرا رستہ نکالا جس میں اس نے چند باتیں ہندوازم کی اور چند باتیں اسلام کی رکھ کے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی۔

ظاہر ہے ہندوازم اور اسلام کے کچھ عقائد تو اس میں اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ اور قرآن کریم کا تذکرہ بھی آئے گا۔ جسکو جہلاء لوگ دیکھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ شاید گرونانک اسلام کا بڑا خیر خواہ اور مسلمان تھا۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے؛

من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الاخرة من الخسرین — جو اسلام کے علاوہ دین چاہے پس اُس سے قبول نہیں کیا جائے گا پھر وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔

آیتہ طیبہ کی روشنی میں ی بات واضح ہوگئی کہ جب نانک کا مذہب بھی سکھ مت ہے تو اسکو مسلمان کہنا کسطرح صحیح ہو سکتا ہے۔

اب آیئے دیکھیں اقبال بابا گرونانک کو جو کہ ایک غیر مسلم شخص ہے کو کس طرح خراج عقیدت پیش کرتا ہے؛

قوم نے پیغامِ گوتم کی ذرا پروا نہ کی
قدر پہچانی نہ اپنے گوہرِ یک دانہ کی

شمعِ حق سے جو منور ہو یہ وہ محفل نہ تھی
بارشِ رحمت ہوئی مگر زمین قابل نہ تھی

اس شعر میں اقبال نے گرونانک کو بارش رحمت حق قرار دیا۔

بت کدہ پھر بعد مدت کے روشن ہوا
نور ابراہیم سے آزر کا گھر روشن ہوا

اس شعر میں اقبال نے گرونانک کو ابراہیم علیہ السلام کا نور قرار دیا۔

پھر اٹھی آخر صدا توحید کی پنجاب سے
ھند کو اک مرد کامل نے جگایا خواب سے

اش شعر میں اقبال نے گرونانک کو اک مرد کامل قرار دیا۔ (کلیات اقبال صفحہ 289)

قارئین اب خود اندازہ فرمالیں اقبال کی نظر میں ایک غیر مسلم شخص بھی مرد کامل ہے۔ایک طرف سکھوں کے پیشوا گرونانک کو مرد کامل قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف مسلم علماء و مشائخ عظما کی توہین واستہزاء پر کمر باندھے ہوئے ہیں۔

اقبال اور ھندو نوازی

رام کی تعریف:۔

اقبال اپنی نظم رام میں ہندوؤں کے معبودِ باطل رام کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے؛

لبریز ہے شراب حقیقت سے جام ہند
سب فلسفی ہیں خطۂ مغرب کے رام ہند

یہ ہندوؤں کے فکر فلک رس کا ہے اثر
رفعت میں آسمان سے بھی اونچا ہے نام ہند

اس دیس میں ہوئے ہیں ہزاروں ملک سرشت
مشہور جن کے دم سے ہے دنیا میں نام ہند

ہے رام کے وجود پہ ہندوستان کو ناز
اہل نظر سمجھتے ہیں اس کو امام ہند

تلوار کا دھنی تھا شجاعت میں فرد تھا
پاکیزگی میں جوش محبت میں فرد تھا

(کلیات اقبال صفحہ 221)

ان اشعار میں اقبال ہندوؤں کے باطل معبود "رام" کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔

رام کون تھا:۔

بریلوی عالم مفتی شریف الحق امجدی سابق صدر افتاء الجامعۃ الاشرفیہ

مبارکپور اعظم گڑھ انڈیا لکھتے ہیں؛

1۔ رام ہندوؤں کے ایک مخصوص دیوتا کا نام ہے۔

(فتاوی شارح بخاری دائرۃ البرکات گھوسی مئو 612/1، مکتبہ برکات مدینہ کراچی 612/1)

2۔ مجدد پاک الشیخ احمد سرہندی قدس سرہ فرماتے ہیں؛

رام و کرشن و مانند آنہاں کہ الٰہہ ہنود اند (یعنی رام و کرشن وغیرہ ہندوؤں کے معبود ہیں) (مکتوبات دفتر اول مکتوب صد و شصت و ہفتم صفحہ 278)

مزید فرماتے ہیں؛ والٰہہ ہنود خلق رابعبادت خود ترغیب کردہ اند وخود را الٰہ دانستہ

(یعنی ہندوؤں کے ان دیوتاؤں نے مخلوقات کو اپنی عبادت کی ترغیب دلائی ہے اپنے آپکو انہوں نے معبود سمجھ رکھا ہے۔ (مکتوبات دفتر اول مکتوب صد و شصت و ہفتم صفحہ 278)

فتاوی مرکز تربیت افتاء میں ہے؛

غیر مسلموں کے دیوی دیوتاؤں کی تعریف کرنا، ان کو عزت دینا ہے۔ مزید برآں زید کے اس شعر " کڑ کڑ میں رام بسے من میں سیتا رام " سے ان کے دیوتاؤں کا اعزاز ظاہر ہے جو صریح کفر ہے۔

1۔ مصدقہ مفتی نظام الدین مصباحی۔ 2۔ مفتی ابرار احمد امجدی برکاتی

(فتاوی مرکز تربیت افتاء جلد دوم صفحہ 60)

ان کتب فتاوی کو سامنے رکھ کر دیکھیں کہ اقبال نے رام کی نا صرف تعریف کی ہے بلکہ رام کو امام ہند کا منصب بھی دیا ہے۔

اقبال مسلموں کو ہندو بننے کی دعوت دیتے ہوئے لکھتا ہے؛

زنار ہو گلے میں تسبیح ہاتھ میں ہو — یعنی صنم کدے میں شان حرم دکھا دیں

مندر میں ہو بلانا جس دم پجاریوں کو — آور زہ اذان کو ناقوس میں ملا دیں

(باقیات اقبال صفحہ 339)

ہندو و مسلمانوں کو ایک ہونے کی دعوت؛

خدائے ما کہ خود صورت گری کرد

بتے را سجدہ از قدسیاں خاست

یعنی ہندوؤں کی بت سازی اور بت پرستی بری نہیں ہے کیونکہ ہمارے اللہ نے خود بت بنا کر فرشتوں سے سجدہ کروایا۔ (پیام مشرق صفحہ 7)

گاندھی کی تعریف:-

مسلم کش گاندھی کی تعریف میں اقبال نے ایک پوری نظم لکھی ہے جس کا ایک شعر ہے؛

مرد میدان گاندھی درویش خو — اور کونسل کے پیکر مالوی

دوسری نظم میں لکھتا ہے؛

بولا یہ سن کے بات کمال وقار سے — وہ مرد پختہ کار و حق اندیش و باصفا

(باقیات اقبال صفحہ 466)

یعنی گاندھی با وقار سچے اور مضبوط کام والا اللہ کی باتیں سوچنے والا باصفا روشن دل والا مرد میدان درویشی کی عادت والا۔

برتری ہری پنڈت کی تعریف اور ثناخوانی میں اقبال لکھتا ہے؛

زیر لب خندید پیر پاک زاد — گفت اے جادو گر ہندی نژاد

اقبال اپنے ایک ہندو دوست راجہ کشن پرشاد کو خط لکھتا ہے؛

سرکار والا تبار تسلیم مع التعظیم۔۔۔۔۔۔نوازش نامہ مل گیا ہے سرکار کی بندہ نوازی کا سپاس گزار ہوں کہ اس دور افتادہ دُعا گو کو بالالتزام یاد فرماتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے سرکار کے لیے ہمیشہ دست بدعا ہوں۔

(اقبال نامہ صفحہ 463-463)

اسی مہاراجہ کشن پرشاد کو ایک اور خط میں لکھتا ہے؛

ایک مطربہ پنجاب میں رہتی ہے۔ میں نے اسے کبھی دیکھا نہیں، مگر سنا جاتا ہے کہ حسن لاجواب ہے اور اپنے گزشتہ اعمال سے تائب ہو کر پردہ نشینی کی زندگی بسر کرتی ہے۔ چند روز ہوئے اس کا خط مجھے موصول ہوا کہ مجھ سے نکاح کرلو۔ تمہاری نظم کی وجہ سے تم سے غائبانہ پیار رکھتی ہوں اور میری توبہ کو ٹھکانے لگادو۔ دل تو یہی چاہتا ہے کہ اس کار خیر میں حصہ لوں، مگر کمر میں طاقت ہی نری کافی نہیں، اس کے لیے دیگر وسائل بھی ضروری ہیں۔ مجبوراً مہذبانہ انکار کرنا پڑا۔ اب بتائیے کہ آپ کا نسخہ کیسے استعمال میں آئے مگر میں آپ کی ولایت کا قائل ہوں۔ (صحیفہ اقبال نمبر حصہ اول، بحوالہ زندہ رود صفحہ 158-159)

اس خط سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ اقبال ہندو مہاراجہ کشن پرشاد کو ولی اللہ سمجھتا تھا اور دوسرا یہ بھی معلوم ہوا کہ بازاری طوائفہ کے اقبال کے ساتھ تعلقات رہتے تھے۔

"اقبال کے نزدیک ہندو بھی ولی بن سکتا ہے" لکھتا ہے؛

شان کرم ہے مدار عشق گرہ کشائے کا — دیر و حرم کی قید کیا جس کو وہ بے نیاز دے

(بانگ درہ صفحہ 117)

مطلب یہ ہے کہ یہ بے نیاز جس کو چاہے اپنے قرب اور ولایت سے نواز دے خواہ وہ

مندر کا ہندو غیر مسلم ہو خواہ وہ کعبہ کا رہنے والا ہو۔ ہندوؤں سے بھی اللہ اتنی محبت کرتا ہے جتنی مسلمانوں سے اللہ کی محبت کے لیے مسلمان ہونا ضروری نہیں۔(معاذ اللہ)

بلکہ مزید لکھا؛

میرے لیئے تو امرا باللسان بھی بہت — ہزار شکر دو ملاں ہیں صاحب تصدیق

اگر ہو عشق تو کفر بھی مسلمانی — نہ ہو تو مرد مسلمان بھی کافر و زندیق

اقبال ہندو مسلم اتحاد کا داعی تھا

چنانچہ لکھتا ہے؛

مجھے یہ کہنے کا حق پہنچتا ہے کہ میں سب سے پہلا ہندوستانی ہوں جس نے اتحاد ہندو مسلم کی اہمیت وضرورت کا احساس کیا اور میری ہمیشہ سے آرزو ہے کہ یہ اتحاد مستقل صورت اختیار کرے۔ (گفتار اقبال مرتبہ محمد رفیق افضل صفحہ 163)

ہندو غیر مسلم کے لیے دعائے رحمت و مغفرت

گوبند پرشاد کے مرنے پر اقبال مہاراجہ کشن پرشاد کو خط لکھتا ہے؛

سرکار والا تبار تسلیم مع التعظیم؛

والا نامہ مل گیا جس کے لیے میں سرکار کا سپاس گزار ہوں راجہ گوبند پرشاد کی خبر رحلت معلوم کرکے افسوس ہوا اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے اور آپ کو صبر جمیل عطا کرے۔

(اقبال نامہ صفحہ 463)

مفتی امجد علی اعظمی لکھتے ہیں؛

جو کسی کافر کے لیے اس کے مرنے کے بعد مغفرت کی دعا کرے یا کسی مردہ مرتد کی

مرحوم (یعنی رحمت کیا جائے) یا مغفور (یعنی مغفرت کیا جائے) یا کسی مرے ہوئے ہندو کو بیکنٹھ باشی کہے وہ خود کافر ہے۔ (بہارِ شریعت حصہ 1 صفحہ 97)

ہندوستان کو سارے جہاں سے اچھا کہا!

اقبال تو ہندو نوازی میں اتنا آگے بڑھ گیا کہ ایک مسلمان کو تو سارے جہاں سے اچھا مکہ و مدینہ ہے مگر ڈاکٹر اقبال صاحب ہندو کی خوشامد کرتے ہوئے ہندی ترانہ لکھتا ہے؛

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا
مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

(کلیاتِ اقبال صفحہ 102)

اقبال ہندوؤں کی خوشنودی کی خاطر عقیدہ آخرت کی دھجیاں اُڑاتے ہوئے لکھتا ہے؛

کہاں کا آنا کہاں کا جانا فریب ہے امتیازِ عقبیٰ
نمود ہر شے میں ہے ہماری کوئی ہمارا وطن نہیں

(کلیاتِ اقبال صفحہ)

اس شعر میں اقبال عقیدہ آخرت کو فریب قرار دے کر تمام انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کے بنیادی عقیدے کا انکار کر رہا ہے۔

اقبال اور انگریز نوازی

وہ قصے اور ہوتے ہیں جن کو سن کے نیند آتی ہے
تڑپ اٹھوگے، کانپ جاؤ گے سُن کے داستاں اُس کی

محبانِ اقبال جب تصنیفات و تحریرات کی روشنی میں اس عنوان کو دیکھیں گے تو یہ مانے بغیر چارہ نہیں ہوگا کہ اگر مرزا غلام قادیانی برٹش گورنمنٹ اور انگریز کا چاپلوس اور خوشامدی تھا تو اقبال چاپلوسی میں مرزا سے ایک درجہ بھی کم نہیں۔ بلکہ درجہ زیادہ نہیں تو برابر تو ضرور ہوگا۔

انگریز ملکہ وکٹوریہ کی موت پر اقبال کا ایک سو دس اشعار کا مرثیہ اقبال کی برطانیہ سرکار کے ساتھ وفاداری کا بین ثبوت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں؛

اے ہند تیرے سر سے اٹھا سایہ خدا
ایک غم گسار تیرے مکینوں کی تھی چلی گئی
برطانیہ تو آج گلے مل کے ہم سے رو
سلطان بحر ریزی طوفاں کئے ہوئے
میت اٹھی ہے شاہ کی تعظیم کے لیے
اقبال اُڑ کے سرِ راہ گزار ہو

(سرودِ رفتہ صفحہ 181 تا 191)

ملکہ وکٹوریہ اقبال کی نگاہ میں سایہ خدا تھی۔ اسی ملکہ وکٹوریہ کے متعلق اقبال لکھتا ہے؛

وکٹوریہ نہ مرد کہ نام نکو گذاشت
ہے زندگی یہی جسے پروردگار دے

یعنی ملکہ مری نہیں ہے کیونکہ وہ اپنا نیک نام چھوڑ گئی ہے۔اور یہی اعلیٰ زندگی اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جو اس نے وکٹوریہ کو دی ہے۔

انگریز بہادر کی طرف سے اقبال کو سرکار کی وفاداری کے صلے میں "سر" کا خطاب

اخبار بندے ماترم لاہور لکھتا ہے، 17 جنوری بوقت چار بجے شام ڈاکٹر شیخ محمد اقبال کو "سر" کا خطاب ملنے کی تقریب پر شاہدرہ میں ایک پر لطف گارڈن پارٹی دی گئی۔ جن اصحاب کی طرف سے دعوتی کارڈ جاری ہوئے تھے، ان میں گورنر پنجاب کی انتظامیہ کونسل کے ممبر سر جان مینارڈ، میاں فضل حسین وزیر تعلیم اور لالہ سر کشن لعل وزیر صنعت و حرفت کے علاوہ سر ذوالفقار علی خان، نواب سر فتح علی خان قزلباش، چوہدری شہاب الدین، میاں احمد یار خان دولتانہ اور دیگر بہت سے سرکار پرستوں کے نام بھی تھے۔ دعوت شاہنشاہ جہانگیر کے مقبرے کے وسیع احاطے میں دی گئی۔ جلسہ دعوت کے صدر سر ایڈورڈ میکلیگن گورنر پنجاب تھے۔ مقبرے کے دروازے پر پولیس کے سپاہی تعینات جو اصحاب اس دعوت میں شریک ہوئے وہ زیادہ تر ایسے تھے جن کو دیکھ کر اس خیال کی تردید ہوتی تھی کہ یہ دعوت کسی شاعر کی عزت افزائی کی خوشی میں دی گئی ہے۔ یورپین لیڈیز کے علاوہ متعدد ہندوستانی خواتین بھی شریک دعوت نظر آتی تھیں۔

(بندے ماترم 20 جنوری 1933 صفحہ 7، 31 جنوری صفحہ 3)

(بحوالہ زندہ رود صفحہ 330-331)

سرکار انگریز۔۔۔۔۔۔۔تو اس نے بھی از راہ قدر دانی سر کا ممتاز خطاب انہیں عطا کیا گیا۔

(کلیات اقبال صفحہ 12)

قارئین گورنمنٹ برطانیہ نے اپنے مخالفین اور دشمنوں پر جو مظالم ڈھائے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ علماء کرام کو تختہ دار پر لٹکایا گیا۔ کچھ وہ جن کو جیلوں کی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا گیا۔ کوئی جزیرہ انڈمین تو کوئی کالا پانی کی جیلوں میں گورنمنٹ برطانیہ کے مظالم کا نشانہ بنتا رہا ادھر اقبال ہے کہ جس کو انگریز بہادر اپنی وفاداری کے تحفے اور سر کے خطاب سے نواز رہا ہے۔ اس پر میں رف اتنا ہی کہوں گا۔

دور کرلو خود اپنی غلط فہمیاں دیکھ لو سامنے سب کی تصویر ہے۔

انگریز مستشرق ڈاکٹر ای جی براؤن کے مرنے پر قطعہ تاریخ آیت قرآن سے؛

نازہیں اہل کمل ای جی براؤن فیض او در مشرق و مغرب عمیم
مغرب اندر ماتم او سینہ چاک از فراق او دل مشرق دو نیم
تا بفردوس بریں ماوی گرفت گفت ہاتف ذالک الفوز العظیم

(اقبال نامہ صفحہ 47)

انگریز قوم کی عادت کی تعریف:

مجھے انگریزی قوم کا یہ وطیرہ نہایت ہی پسند ہے۔

(ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر بزم اقبال لاہور صفحہ 17)

انگریز مغربی تہذیب کی حمایت:-

اقبال لکھتا ہے،" میری ان باتوں سے یہ خیال نہ کیا جائے کہ میں مغربی تہذیب کا مخالف ہوں۔ اسلامی تاریخ کے ہر مبصر کو لامحالہ اس امر کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ ہمارے عقلی وادراک کی گہوارے کو جھلانے کی خدمت مغرب ہی نے انجام دی ہے۔

(ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر صفحہ 25، بزم اقبال 2 کلب روڈ لاہور)

مغربی تہذیب:۔

ڈاکٹر اقبال لکھتا ہے:

مغربی تہذیب دراصل اسلامی تہذیب ہی کے بعض پہلوؤں کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے۔

(تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ صفحہ 43-44، بزم اقبال لاہور)

سوانح اقبال پر ایک نظر

انسان کے حالات زندگی بھی اس کی شخصیت کو کما حقہ سمجھنے میں بڑے معاون ثابت ہوتے ہیں۔ محققین اقبال نے اقبال پر لکھی جانے والی کتب میں جو حالات رقم کیے اور خود اقبال کے خود نوشت حالات سے چند مخفی گوشے ملاحظہ فرمائیں۔

1۔ **کبوتر بازی اور بٹیر بازی کا شوق**

بچپن میں اقبال کو بٹیریں پالنے، کبوتر اُڑانے اور اکھاڑے میں ورزش کا بہت شوق تھا۔

(ذکر اقبال صفحہ 26 مصنف عبدالمجید سالک)

2۔ انہیں کبوتر بازی کا شوق بھی رہ چکا تھا آخری عمر میں ان کی خواہش تھی کہ گھر کی چھت پر ایک وسیع پنجرہ بنوایا جائے جس میں لاتعداد کبوتر چھوڑ دیئے جائیں اور ان کی چارپائی ہر وقت کبوتروں کے درمیان رہا کرے۔ (زندہ رود صفحہ 675)

3۔ **لڈو، تاش اور کبوتر بازی**

اقبال شام کو کاموں سے فراغت کے بعد اپنی بہن اور بیویوں کے ساتھ عموماً تاش یا لڈو کھیلتے۔ اپنی بھتیجیوں کے ساتھ ہنسی مذاق کی باتیں کرتے یا کوٹھے پر چڑھ کر کبوتر اُڑاتے۔

(زندہ رود صفحہ 205)

کبوتر بازی حدیث طیبہ کی روشنی میں

عن ابی هریره ان رسول الله ﷺ رای رجلا یتبع حمامة فقال شیطان یتبع شیطانة

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک کبوتر کے پیچھے دوڑا جا رہا ہے

آپ ﷺ نے فرمایا ایک شیطان دوسرے
شیطان کے پیچھے پیچھے جارہا ہے۔

(رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان، مشکوۃ شریف صفحہ 386)

اقبال اور گانا اور رقص و سرور

اقبال کا بیٹا جاوید لکھتا ہے؛

اقبال کو بچپن ہی سے گانے کا بہت شوق تھا۔ اور راگوں کے الاپ سے شناسا تھے۔ لاہور میں طالب علمی کے زمانے میں مشاعروں میں حصہ لینا شروع کیا اور پھر پانچ سال ملازمت کے دوران انجمن حمایت اسلام کے جلسوں میں ترنم کے ساتھ اپنی نظمیں پڑھنے لگے۔ ستار خرید لی اور اسے بجانے کی مشق کیا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ جب ان کا تعارف شہر کے باذوق رؤسا سے ہوا تو ان کی رقص و سرور کی محفلوں میں وہ بھی بلائے جانے لگے۔۔۔۔۔ البتہ گانا سننے کا شوق انہیں آخر دم تک رہا۔ (زندہ رود صفحہ 213،214)

لوگ کہتے ہیں مجھے راگ کو چھوڑو اقبال
راگ ہے دین میرا راگ ہے ایمان میرا

(آئینہ اقبال مرتبہ عبداللہ قریشی صفحہ 241)

جاوید لکھتا ہے؛

مرزا جلال الدین اسی سلسلے میں ایک اور واقعہ ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں؛

ایک مرتبہ ہم مسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں شرکت کی غرض سے لکھنؤ گئے۔ اجلاس کے ایام میں ایک شام ایسی بھی تھی کہ ہم فارغ تھے۔ اقبال کی طبیعت جب بیکاری سے گھبرانے لگی تو وہ مجھ سے فرمانے لگے، چلو کہیں چل کر گھڑی دو گھڑی گانا ہی سن آئیں۔ میں پہلے تو

آمادہ ہو گیا مگر بعد میں کسی اچانک کام کی وجہ سے رک گیا۔ وہ چل کھڑے ہوئے۔ کوئی گھنٹے بھر کے بعد جب وہ واپس لوٹے تو مسکرا رہے تھے۔ کہنے لگے، لو آج تمہیں تماشا دکھائیں۔ میں نے استعجاب کے عالم میں دریافت کیا: آخر ہوا کیا ہے؟ فرمانے لگے، ہونا کیا تھا، بس ایک مولوی صاحب کو آج ہم نے پکڑ لیا۔ جس طوائف کے ہاں ہم گانا سننے گئے تھے، وہیں کہیں اس کانفرنس کے مندوبین میں سے ایک مولوی صاحب بھی ہمارے جانے سے قبل دل بہلا رہے تھے، مگر آپ جب وہاں سے چمپت ہوئے تو اپنی بوکھلاہٹ کے عالم میں کانفرنس کا دعوتی رقعہ وہیں پھینک آئے تھے۔ ہم پہنچے تو طوائف نے ہم سے کہا: جس طرح بھی ہو، ہم مولوی صاحب کو تلاش کر کے ان کی امانت بحفاظت ان تک پہنچا دیں، مگر ہم نے یہ سوچا ہے کہ یہ رقعہ نواب وقار الملک بہادر صدر ایجوکیشنل کانفرنس ہی کی معرفت کیوں نہ لوٹائیں تا کہ ضابطے کی پابندی بھی ملحوظ رہے اور نواب بہادر بھی دیکھ لیں کہ دنیا بھلی سے بھلی ہے۔ اتنا کہہ کر اقبال نے کاغذ کا تختہ نکالا اور قلم پکڑ کر نواب صاحب کے نام طوائف کی طرف سے ایک مفصل خط لکھ ڈالا۔ اس میں شام کے واقعے کی تمام تفصیل بے کم و کاست بیان کرنے کے بعد لکھا کہ چونکہ بندی قبلہ مولوی صاحب کے پتے سے واقف نہیں، اس لیے آپ سے التماس کرتی ہے کہ ان کا کھوج نکال کر ان کے کاغذات ان تک پہنچا دیں۔ اس خط کی بھنک مولوی صاحب کے کان میں بھی پڑ گئی اور وہ کانپتے کانپتے اقبال کے پاس آئے اور لگے بے طرح منت خوشامد کرنے اور ان کی جان و مال کو دعائیں دینے۔ مگر اقبال تو گویا اسی وقت کے انتظار میں تھے۔ اب آئے ہو تو جاتے کہاں ہو، کے مصداق انہوں نے حضرت کو وہ رگیدا دیا کہ بس اللہ دے اور بندہ لے۔ نہ جانے آپ نے ناک سے کتنی لکیریں کھینچیں، تب آپ کی

جان چھوٹی۔ (زندہ رود صفحہ 212،213)

اقبال کا بیٹا جاوید لکھتا ہے؛

روم میں اقبال کے لیے ایک دعوت کا اہتمام بھی کیا گیا جس میں اقبال کی خواہش پر انہیں روم کی حسین ترین خواتین سے ملوایا۔ (زندہ رود صفحہ 214)

اقبال لکھتا ہے؛

ایک مطربہ (طوائفہ) پنجاب میں رہتی ہے۔ میں نے اسے کبھی دیکھا نہیں مگر سنا جاتا ہے حسن میں لاجواب ہے۔ (زندہ رود صفحہ 211، صحیفہ اقبال نمبر صفحہ 158)

اقبال اور رنڈی بازی

آرنلڈ ان دنوں لندن یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر تھے۔ اس لیے مولوی صاحب جو انہیں علی گڑھ کی نسبت سے جانتے تھے ان کو ملنے گئے۔ آرنلڈ نے اقبال سے ان کا تعارف کرایا اور اقبال کو حکم دیا کہ انہیں لندن کے تمام قابل دید مقامات کی سیر کروائیں۔ اقبال نے نہایت تندہی سے مولوی صاحب کو جگہ جگہ پھرایا اور شام کے قریب انہیں کسی قہوہ خانے میں لے گئے۔ اس جگہ چند ستم پیشہ لڑکیاں بھی موجود تھیں۔ اقبال کے اشارے پر یا خود اپنی جولانی طبع سے وہ مولوی صاحب کے گرد جمع ہو گئیں۔ کوئی ان کو قہوہ پلانے لگی، کسی نے ان کی نورانی داڑھی کو چھوا اور ایک نے تو ان کے رخساروں پر عقیدت کی چند مہریں بھی جڑ دیں۔ مولوی صاحب سخت پریشان ہوئے اور جب اس مصیبت سے نجات ملی تو غصے سے بھرے ہوئے آرنلڈ کے پاس پہنچے اور اقبال کی شکایت کی۔ آرنلڈ سخت نادم ہوئے اور اقبال سے خفگی کے لہجے میں کہا، مولوی صاحب ایسے بزرگ کو قہوہ خانے میں لے جاتے ہوئے تمہیں شرم

نہ آئی؟ اقبال نے نہایت متانت سے جواب دیا آپ نے خود ہی حکم دیا تھا کہ انہیں لندن کے قابل دید مقامات کی سیر کرا دوں۔

(اقبال کے چند جواہر ریزے، صفحات 21 تا 24، زندہ رود صفحہ 212)

لڑکیوں سے عشق معشوقی

جاوید لکھتا ہے؛

بحیثیت شاعر حسن پسندی ان کی فطرت کا حصہ تھی۔ جس طرح مناظر فطرت کی دلکشی ان کی توجہ کا مرکز بنتی اسی طرح نسوانی حسن سے بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ 1903 میں ان کے بچپن کے دوست سید تقی شاہ کے نام ایک خط میں امیر کا ذکر ملتا ہے۔ لکھتے ہیں؛

امیر کہاں ہے خدا کے لیے وہاں ضرور جایا کریں مجھے بہت اضطراب ہے۔ خدا جانے اس میں کیا راز ہے۔ جتنا دور ہو رہا ہوں اتنا ہی اس سے قریب ہو رہا ہوں۔ (اقبال نامہ ص570)

راقم کی تحقیق کے مطابق امیر کا تعلق گو طوائفوں کے ایک گھرانے سے تھا لیکن وہ اور اس کا خاندان کی دیگر خواتین تائب ہو چکی تھیں۔ (زندہ رود صفحہ 213،214)

قارئین ویسے تو اقبال کی نظر ہر حسین چہرے پر ہوتی تھی لیکن اقبال کی معشوقاؤں میں امیر اور عطیہ فیضی اور ایما ویگے ناست کا نام سر فہرست ہے۔

اقبال کے عشق و محبت بھرے خطوط سے اس معاشقے کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے؛

اقبال ایما ویگے ناست (جرمن محبوبہ) کو 1907 میں خط لکھتا ہے؛

افسوس کہ جرمن زبان سے میری محدود واقفیت ہمارے درمیان ایک دیوار کی طرح

حائل ہے۔۔۔۔۔۔ہائیڈل برگ میں قیام کے دوران میں نے جرمن لکھنے کی مشق نہ کی۔ یہ پہلی تحریر ہے جو میں اس زبان میں لکھ رہا ہوں۔ خزاں کی دھیمی اور نم آلود ہوا بڑی خوشگوار ہے۔ موسم بڑا خوبصورت لیکن افسوس کہ ہر حسین شے کی طرح یہ بھی بے دوام ہے۔

دوسرا خط 23 اکتوبر 1907 کو تحریر کیا:

یہ آپ کا بڑا کرم تھا کہ آپ نے خط لکھا لیکن نہایت مختصر۔ میں اس وقت تک آپ کو بالکل نہیں لکھوں گا جب تک آپ مجھے وہ خط نہیں بھیجتیں جو آپ نے لکھ کر پھاڑ ڈالا۔ یہ بڑی بے رحمی ہے۔ آپ ہائیڈل برگ میں تو ایسی نہ تھیں۔ شاید ہائیل برون کی آب و ہوا نے آپ کو بے مہر بنا دیا ہے۔ میں زیادہ لکھنا چاہتا ہوں مگر وہ خط آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ میرا خط پھاڑ ڈالیں۔

تیسرا خط 27 اکتوبر 1907ء کو تحریر کیا گیا۔ لکھتے ہیں:

آج میں باہر نہیں نکل سکا۔ موسم خوشگوار نہیں ہے۔ براہ کرم میری بھدی جرمن زبان کا برا مت منایئے اور نہ اس کا جو میں نے اپنے پچھلے خط میں لکھا تھا۔

اقبال کی لندن روانگی سے قبل ایما ویگے ناسٹ اپنے آبائی شہر ہائیل برون چلی گئیں اور کچھ مدت تک نامساعد حالات کا شکار رہیں۔ اقبال لندن واپس تو آ گئے لیکن دل ابھی تک ہائیڈل برگ ہی میں تھا۔ لندن میں تقریباً نو ماہ قیام کے دوران انہوں نے ایما ویگے ناسٹ کو کئی خط لکھے۔ مثلاً 2 دسمبر 1907 کو تحریر کرتے ہیں۔

میرا خیال تھا کہ ہائیل برون کے رستے سفر کروں گا لیکن یہ ممکن نہ ہوا میرے لیے یہ قطعی لازم تھا کہ میں 5 نومبر کو لندن میں ہوں۔ پروفیسر آرنلڈ مصر گئے ہیں اور میں عربی کا

پروفیسر مقرر ہوا ہوں۔ میرے ذمے ہفتے میں دو لیکچر ہیں۔ میں زیادہ لکھ یا کہہ نہیں سکتا، لیکن آپ تصور کر سکتی ہیں کہ میری روح میں کیا ہے۔ میری بہت بڑی خواہش یہ ہے کہ میں دوبارہ آپ سے بات کر سکوں اور آپ کو دیکھ سکوں، لیکن میں نہیں جانتا کہ کیا کروں۔ جو شخص آپ سے دوستی کر چکا ہو، اس کے لیے ممکن نہیں کہ آپ کے بغیر جی سکے۔ براہ کرم میں نے جو لکھا ہے، اس کے لیے مجھے معاف کر دیجیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس قسم کے اظہار جذبات کو پسند نہیں کرتیں۔ براہ کرم جلد لکھیے اور سب کچھ یہ اچھا نہیں کہ کسی شخص کا کچھ بگاڑا جائے، جو آپ کا کچھ نہیں بگاڑتا۔

30 جنوری 1908ء کو تحریر کیا:

میں آپ کی تصاویر کے لیے ہزار گونہ شکریہ ادا کرتا ہوں جو کل شام مجھے موصول ہوئیں۔۔۔۔۔ دونوں تصویریں بہت خوبصورت ہیں اور وہ ہمیشہ میرے مطالعے کے کمرے میں میری میز پر رہیں گی۔ لیکن مت باور کیجیے کہ وہ صرف کاغذ ہی پر نقش ہیں بلکہ وہ میرے دل میں بھی جا پذیر ہیں اور تا دوام وہیں رہیں گی۔ شاید میرے لیے یہ ممکن نہ ہو گا کہ میں دوبارہ آپ کو دیکھ سکوں۔۔۔۔۔ مگر میں یہ ضرور تسلیم کرتا ہوں کہ آپ میری زندگی میں ایک حقیقی قوت بن چکی ہیں۔ میں آپ کو کبھی فراموش نہ کروں گا اور ہمیشہ ہمیشہ آپ کے لطف و کرم کو یاد رکھوں گا۔

21 جنوری 1908 کو تحریر کیا:

جب آپ کا پچھلا خط پہنچا تو میں بڑا بیمار تھا اور اس نے مجھے اور بھی بیمار کر ڈالا۔ کیونکہ آپ نے لکھا تھا کہ آپ نے بڑے طوفان میں سے گزرنے کے بعد اپنی آزادی دوبارہ حاصل

کی ہے۔ میں یہ سمجھا کہ آپ میرے ساتھ مزید خط وکتابت نہیں کرنا چاہتیں اور اس بات سے مجھے بڑا دکھ ہوا۔ اب مجھے پھر آپ کا خط موصول ہوا ہے اور اس سے مجھے بڑی مسرت ہوئی ہے۔ میں اکثر آپ کے بارے میں سوچتا ہوں اور آپ کے لیے میرا دل ہمیشہ بڑے حسین خیالات سے معمور رہتا ہے۔ ایک شرارے سے شعلہ اٹھتا ہے اور شعلے سے بڑا الاؤ روشن ہو جاتا ہے، لیکن آپ غیر جانبدار ہیں، غفلت شعار ہیں، آپ جو جی میں آئے کیجیے، میں بالکل کچھ نہ کہوں گا اور ہمیشہ صابر و شاکر رہوں گا۔ شاید جب میں ہندوستان روانہ ہوں گا تو آپ سے ملاقات کر سکوں گا۔

26 فروری 1908ء کو تحریر کیا:

میں ہر چیز کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ مجھے اس قدر مصروفیت رہی کہ آپ کو خط نہ لکھ سکا، مگر آپ چونکہ فرشتہ خصلت ہیں، اس لیے امید رکھتا ہوں کہ آپ مجھے معاف کر دیں گی۔ آج شام بھی مجھے ایک لیکچر دینا ہے، تصوف پر۔۔۔۔۔۔ مجھے آپ کے کانوں کو اپنی بھونڈی جرمن سے مود توہین بنانے پر شرم آتی ہے۔۔۔۔۔۔ میں جولائی کے اوائل میں ہندوستان لوٹ رہا ہوں اور میری تمنا ہے کہ اپنے سفر سے پیشتر آپ سے ملاقات کا موقع مل جائے۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ چند روز کے لیے ہائیڈل برگ آسکوں، لیکن اگر ممکن ہو تو کیا آپ پیرس میں مجھ سے مل سکتی ہیں؟۔۔۔۔۔۔ آپ تمام دن کیا کرتی ہیں؟ کیا آپ مطالعہ کرتی ہیں یا دوستوں کے ساتھ وقت گزارتی ہیں؟ آپ کی تصویر میری میز پر رکھی ہے اور ہمیشہ مجھے ان سہانے وقتوں کی یاد دلاتی ہے جو میں نے آپ کے ساتھ گزارے تھے۔ ایک تسبیح خیالات خوش آیند کے ساتھ۔

3 جون 1908ء کو تحریر کیا:

براہِ کرم جلد لکھیے اور مجھے بتائیے کہ آپ کیا کر رہی ہیں اور کیا سوچ رہی ہیں۔ آپ میرے خط کا انتظار کیوں کرتی ہیں؟ میں ہر روز آپ سے اطلاع پانے کی آرزو رکھتا ہوں۔۔۔۔۔۔ میں بہت مصروف ہوں، جلد انگلستان سے رخصت ہو رہا ہوں، آغاز جولائی میں۔ مجھے معلوم نہیں کہ آیا میرا جرمنی کے رستے سفر ممکن ہو گا کہ نہیں، یہ میری بڑی تمنا ہے کہ میں ہندوستان لوٹنے سے پہلے آپ سے ملاقات کر سکوں، بے رحم نہ بنیے، براہ کرم جلد خط لکھیے اور تمام احوال بتائیے۔ میرا جسم یہاں ہے، میرے خیالات جرمنی میں ہیں۔ آج کل بہار کا موسم ہے، سورج مسکرا رہا ہے لیکن میرا دل غمگیں ہے۔ مجھے کچھ سطریں لکھیے اور آپ کا خط میری بہار ہو گا۔ میرے دلِ غمگیں میں آپ کے لیے بڑے خوبصورت خیالات ہیں اور یہ خاموشی سے یکے بعد دیگرے آپ کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔

10 جون 1908ء کو تحریر کیا:

میں آپ کو پہلے خط لکھ چکا ہوں اور آپ کے خط کا منتظر ہوں۔ میں اپنی ایک تصویر لف کر رہا ہوں۔ شاید میں ایک اور تصویر آپ کو بھیجوں۔ میں 2 جولائی کو ہندوستان روانہ ہو رہا ہوں اور وہاں سے خط لکھوں گا۔

لندن سے آخری خط 27 جون 1908ء کو تحریر کیا:

میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے کہ جرمنی کے رستے سفر کر سکوں لیکن یہ ممکن نہیں ہے۔ میں 3 جولائی کو انگلستان سے روانہ ہوں گا اور چند روز پیرس میں رکوں گا۔ جہاں مجھے کچھ کام ہے۔ براہ کرم فوراً لکھیے۔ میں ہندوستان روانہ ہونے سے پیشتر آپ کا خط

پانے کا متمنی ہوں۔ میں اگلے سال یورپ آنے اور آپ سے ملنے کی امید رکھتا ہوں۔ مت
کہیے گا کہ کئی ملک اور سمندر ہمیں ایک دوسرے سے جدا کریں گے، پھر بھی ہمارے درمیان
ایک غیر مرئی رشتہ قائم ہے میرے خیالات ایک مقناطیسی قوت کے ساتھ آپ کی سمت
دوڑیں گے اور اس بندھن کو مضبوط بنائیں گے۔ ہمیشہ مجھے لکھتے رہیے گا اور یاد رکھیے گا کہ آپ
کا ایک سچا دوست ہے، اگرچہ وہ فاصلہ دراز پر ہے۔ جب دل ایک دوسرے کے قریب ہوں
تو فاصلہ کچھ معنی نہیں رکھتا۔

اقبال کا اصلی مقام

اقبال کا دوست مرزا جلال الدین کہتا ہے؛

اقبال آخر انسان تھے۔ پیغمبرانہ اعجاز رکھنے کے باوجود پیغمبر نہ تھے۔ اس لیے ان کو ایسی
باتوں سے معرا سمجھنا جو بشریت کا لازمہ اور انسانیت کا خاصہ ہیں ایک ایسا تمسخر انگیز دعوی ہے
جس میں نہ تو حقیقت کو دخل ہے نہ خود ڈاکٹر صاحب کی روح کے لیے مسرت کا سامان موجود
ہے۔۔۔۔۔ ان کے چہرے پر تقدس کا جو ہالہ ہر وقت نظر آتا تھا اس سے یہ کسی طرح لازم
نہیں آتا کہ انہیں ان کے اصلی مرتبے سے محروم کر کے صوفیائے عظام اور اولیاء کرام کے
زمرے میں شامل کر لیا جائے۔ (ملفوظات اقبال صفحہ 113)

ذرا اپنی مار دھاڑ کو بھی یاد فرمائیے۔

مرزا جلال الدین کہتا ہے؛

میں ستمبر 1937ء میں (اقبال کی وفات سے تقریباً چھ ماہ قبل) یورپ کے سفر کے
بعد لاہور واپس آیا تو میں نے سنا اقبال عرصہ سے صاحب فراش ہیں اس خبر سے میرا دل بیقرار

ہو گیا اور ان سے ملنے گیا۔ اتفاق سے وہ اکیلے تھے اس تنہائی میں ان کے دل پر پھر وہی جوش و
حرارت پیدا ہوئی اور وہ مجھ سے پوچھنے لگے کہ سال بھر کے بعد وطن واپس آئے ہو استاد!
سچ سچ کہو اب کے جال میں کیا لگا؟ میں نے کہا یہاں جو کچھ لگا وہ آپ کے راؤنڈ ٹیبل والے سفر
(1931-32) سے کم ہی ہو گا ذرا اپنی مار دھاڑ کو بھی یاد فرمائیے۔ اس پر اقبال ہنس پڑے۔
بولے راؤنڈ ٹیبل والے سفر میں رکھا ہی کیا تھا۔ رفقاء سفر منکر نکیر کی طرح ہر وقت دائیں
بائیں موجود رہتے تھے۔۔۔۔۔۔ میں نے کہا آپ کے دل میں حج کی بہت پرانی خواہش ہے
اس لیے اب کے میرے ساتھ یورپ چلیے تاکہ حج سے قبل چوہوں کی تعداد او پوری نو سو ہو
جائے اور گھر لوٹتے ہوئے راستے میں گناہ بخشواتے آئیں۔ (ملفوظات اقبال صفحہ 120)

پابندی نماز

اقبال اپنے خط بنام نذیر نیازی (محررہ 16 جولائی 1934ء) میں لکھتا ہے۔

ڈیئر نیازی صاحب! حکیم (نابینا) صاحب کی خدمت میں عرض کیجیے گا کہ مجھے نماز کا
پورا پابند کرنے۔۔۔۔۔ کی عادت ڈالنے کے لیے آپ کے روحانی اثر کی ضرورت ہے۔
(مکتوبات اقبال مرتب نذیر نیازی اقبال اکیڈمی کراچی 1957ء صفحہ 171)

اقبال صبح کی نماز بہت کم چھوڑتے تھے۔ (زندہ رود صفحہ 619 پرانا ایڈیشن)

"بیماری کے زمانہ میں تو علامہ اقبال سے قرآن پڑھنا چھوٹ گیا تھا۔۔۔۔۔ نماز بھی کم
پڑھتے تھے۔ موت سے کچھ عرصہ پیشتر مجھ سے کہنے لگے علی بخش! میرا جی چاہتا ہے کہ آج
نماز پڑھوں۔ (بیان علی بخش خادم اقبال نوائے وقت لاہور میگزین 30 اپریل 1993 صفحہ 7)

نظر آجاتا ہے مسجد میں بھی تو عید کے دن کا مصداق

اقبال مسجد میں عیدین کی نماز پڑھنے ضرور جاتے تھے۔ ورنہ نماز پڑھتے تو تخلیہ میں۔

(زندہ رود جلد دوم صفحہ 172 پرانا ایڈیشن)

عطیہ فیضی سے عشق

جاوید اقبال لکھتا ہے؛

اقبال کو انسان کا عشق ہو سکتا ہے اور واقعتاً انہیں ایک انسان عطیہ فیضی سے یہ تعلق خاطر پیدا ہوا۔ (زندہ رود صفحہ 217)

ہندوستان واپس آکر عطیہ فیضی انہیں اپنے خطوط میں جنجیرہ آنے کے لیے اس لیے بار بار کہتی تھیں کہ رشتے کی بات پکی ہو جائے مگر اقبال جنجیرہ نہ گئے۔ لہذا یہ معاشقہ تھوڑی مدت تک ہی چلا اور دسمبر 1911ء میں ختم ہو گیا۔

اقبال اپنے ایک خط میں لکھتا ہے؛

مائی ڈیئر مس عطیہ؛

ملامت نامہ کے لیے جس سے میں بے حد لذت اندوز ہوا سراپا سپاس ہوں ایک دوست کی ملامت سے زیادہ لطف کسی دوسری چیز میں نہیں۔ (اقبال نامہ صفحہ 437)

مزید لکھتا ہے؛

مائی ڈیئر مس عطیہ؛

صرف تسکین کے لیے آپ کا شکریہ آپ کے خط سے مجھے بڑی تقویت ملی۔ میں بھی آپ سے ملاقات کا متمنی ہوں تا کہ اپنی ساری ہستی کو آپ سے کھول کر بیان کر سکوں۔ آپ

کیا فرماتی ہیں کہ آپ مجھ سے بہت سے سوالات کرنا چاہتی ہیں تو پھر کیوں نہیں کرتیں، میرے نام لکھے ہوئے آپ کے خطوط کو میں ہمیشہ ایک محفوظ صندوق میں رکھتا ہوں۔ انہیں کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ آپ جانتی ہیں کہ میں آپ سے کوئی بات چھپاتا نہیں۔

(اقبال نامہ مجموعہ مکاتیب اقبال صفحہ 429)

حسینہ کا حسن اثر کر گیا؛

اقبال لکھتا ہے؛

یہاں جو پہنچا تو ایک اور نظارہ دیکھنے کو آیا۔ تختہ جہاز پر تین اطالین عورتیں اور دو مرد وائلن بجا رہے تھے اور خوب رقص و سرور ہو رہا تھا۔ ان عورتوں میں ایک لڑکی جس کی عمر تیرہ چودہ سال کی ہو گی نہایت حسین تھی مجھے دیانت داری کے ساتھ اس بات کا اعتراف کرنا چاہیے کہ اس کے حسن نے تھوڑی دیر کے لیے مجھ پر سخت اثر کیا۔

(مقالات اقبال صفحہ 118، القمر انٹرپرائزز، لاہور پاکستان)

بیگم راس مسعود اور اقبال کے لیے پھول

بیگم راس مسعود کہتی ہیں؛

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ سورج طلوع بھی نہ ہونے پاتا اور میں پھول چن کر ڈاکٹر (اقبال) صاحب کی خدمت میں لے کر جاتی۔ پھولوں پر شبنم کے قطرے جھلملاتے ہوتے۔

(روزگار فقیر جلد 1 صفحہ 143)

بقول اقبال میری زندگی مومنانہ نہیں؛

اقبال لکھتا ہے؛

قسم ہے خدائے ذوالجلال کی جس کے قبضہ میں میری جان اور آبرو ہے اور قسم ہے اس

بزرگ و برتر وجود کی جس کے ذریعہ سے مجھ کو خدا پر ایمان نصیب ہوا اور مسلمان کہلاتا ہوں۔ دنیا کی کوئی قوت مجھے حق کہنے سے باز نہیں رکھ سکتی۔ انشاء اللہ اقبال کی زندگی مومنانہ نہیں اس کا دل مومن ہے۔

(مکاتیب اقبال صفحہ 206،207، بحوالہ اقبالیات کا تنقیدی جائزہ صفحہ 141 قاضی احمد میاں جوناگڑھی)

اقبال منہ دھونے اور نہانے سے گھبراتا تھا

جاوید لکھتا ہے؛

صبح کی نماز بہت کم چھوڑتے۔ گرمیوں میں دالان میں رکھے ہوئے تخت پوش ہی پر نیت باندھ لیتے۔ دھوتی اور بنیان زیب تن ہوتی اور سر پر تولیہ رکھ لیتے۔ سردیوں میں دھوتی اور قمیض پر دھسا اوڑھ لیا کرتے ان کے کمرے کی حالت پریشان سی رہتی تھی۔ دیواریں گرد و غبار سے اٹی ہوتیں بستر ان کی اپنی دھوتی اور بنیان کی طرح میلا ہو جاتا۔ مگر انہیں بدلوانے کا خیال نہ آتا۔ منہ دھونے اور نہانے سے گھبراتے تھے اور اگر کہیں مجبوراً باہر جانا پڑ جاتا مثلاً دانتوں کے ڈاکٹر کے پاس تو کپڑے بدلتے وقت سر آہیں بھرا کرتے۔ وہ فطرتاً سست تھے۔

(زندہ رود صفحہ 673)

اقبال کا ذریعہ معاش

جاوید اقبال لکھتا ہے؛

آمدنی کے ذرائع پیشہ وکالت اور مختلف یونیورسٹیوں کے لیے پرچے بنانا تھا۔

(زندہ رود صفحہ نمبر 263)

کوٹ کچہریوں میں پیشہ وکالت کی شرعی حیثیت علماء پر پوشیدہ نہ ہو گی کہ یہاں وکیل نفس خصومت کا دیوتا ہے۔ جس کی اجرت حرام ہے۔ تفصیل کتب میں موجود ہے۔

روزہ کبھی کبھار رکھتے تھے

اقبال کا بیٹا لکھتا ہے؛

روزہ کبھی کبھار رکھتے تھے اور جب رکھتے تو ہر گھنٹے دو گھنٹے بعد علی بخش کو بلوا کر پوچھتے کہ افطاری میں کتنا وقت باقی ہے۔ (زندہ رود صفحہ 210)

اقبال اور سنت داڑھی کا قتل

اقبال نے ساری زندگی داڑھی شریف جیسی سنت پاک کو قتل کیا حتیٰ کہ مرتے وقت جبکہ گنہگار سے گنہگار شخص بھی توبہ کی طرف مائل ہوتا ہے داڑھی منڈوا ڈالی اور مرنے سے ایک دن پہلے شیو کروائی۔

جاوید لکھتا ہے؛

20 اپریل 1938ء کی صبح کو ان کی طبیعت کچھ سنبھل گئی تھی انہوں نے معمول کے مطابق دلیے کے ساتھ چائے کی پیالی پی۔ میاں محمد شفیع سے اخبار پڑھوا کر سنا اور رشید حجام سے شیو بنوائی۔

(ہفت روزہ فیملی میگزین صفحہ 12،24 تا 30 اپریل ،زندہ رود صفحہ 718)

عیسائی جرمن عورت مس ڈورسن اور اقبال

اقبال نے اپنے بچوں جاوید اور منیرہ کی تربیت کے لیے ایک عیسائی جرمن خاتون کا انتظام کیا۔ جو کہ بچوں کی تربیت کرے گی۔ وہ عورت اقبال کے ساتھ اسی گھر میں رہتی رہی جہاں اقبال صاحب بھی رہتے تھے۔ جن دنوں وہ گوری جرمن لیڈی اقبال نے منگوائی اس وقت اقبال کی تینوں بیویوں میں سے کوئی بھی زندہ نہیں تھی۔ اقبال اسی عورت کے ساتھ گھر

میں رہتے تھے۔ مرتے وقت اقبال کا اپنے بچوں کو عیسائی عورت لیڈی ڈورسن اور اپنے بھتیجے شیخ اعجاز قادیانی کی تربیت میں چھوڑ کر جانا اقبال صاحب کی اسلام سے تعلق خاطر کا پتہ دیتا ہے کہ آپ خود سمجھ سکتے ہیں۔

لیڈی ڈورسن کے کارنامے

وہ عیسائی عورت خود لکھتی ہے کہ؛

ان کے آنے پر منیرہ لڑکیوں کے اسلامیہ سکول میں پڑھتی تھی انجمن حمایت اسلام کی زیر نگرانی قائد شدہ اس سکول میں شہر کے غریب مسلمانوں کی بیٹیاں اور یتیم بچیاں تعلیم حاصل کرتی تھیں۔ یہ سکول جاوید منزل سے خاصا دور تھا اور پھر سکول کی حالت اچھی نہ ہونے کے سبب منیرہ کے بالوں میں جوئیں پڑ گئیں آخر کار مسز ڈورسن احمد کی تحریک پر اسے اس سکول سے اٹھوا کر قریب ہی لڑکیوں کے ایک عیسائی مشنری سکول (کنیئرڈ سکول) میں داخل کروا دیا گیا۔ (زندہ رود صفحہ 677)

لیڈی ڈورسن لکھتی ہے؛

منیرہ ابھی سات برس کی تھی کہ اقبال کے بڑے بھائی شیخ عطاء محمد (قادیانی) نے اس کے لیے سیالکوٹ سے برقع سلوا کر بھجوایا اور ہدایت کی کہ چونکہ اب وہ جوان ہو رہی ہے اس لیے گھر سے باہر نکلتے وقت برقع پہنا کرے۔ مسز ڈورسن احمد سخت پریشان ہوئیں۔ برقع ہاتھ میں پکڑے اقبال کے پاس پہنچیں اور کہا کہ وہ کسی حالت میں بھی اسے منیرہ کو نہ پہنائیں گی۔ اس وقت راقم (جاوید) بھی وہیں موجود تھا اقبال نہ کہا مجھے آپ سے اتفاق ہے۔

(زندہ رود صفحہ 678)

محبین اقبال یہ آپ کے قلندر لاہور صاحب کے سوانح کے چند مخفی گوشے تھے جو ہم نے بیان کیے۔

قلندر یا سکندر

اقبال کے ہندو پاک میں بہت سارے ایسے غالی معتقدین ہیں جو دین و شریعت کے معیارِ ولایت کو پس پشت ڈالتے ہوئے اقبال جیسے شخص کو قلندرِ لاہور اور فقیر و درویش کے القابات سے یاد کرتے ہیں۔

پہلی بات تو یہ کہ اقبال خود صوفیہ کی ان اصطلاحات کے ہی منکر ہیں (دیکھیے ذکر اقبال صفحہ 225) اور دوسری بات یہ کہ قلندر کے لفظ کو اگر عام یا فقراء کی اصطلاح پر بھی رکھا جائے تو اقبال پھر بھی اس پر پورا نہیں اترتا۔

لغت کی مشہور کتاب فیروز اللغات ہی اٹھا لیجیے۔ لکھتے ہیں؛

قلندر: اصطلاح فقراء میں دین و دنیا سے آزاد آدمی

اصطلاح عام میں ریچھ اور بندر نچانے والا

(فیروز اللغات حروف ق۔ل ص 173/2)

اقبال اپنے طور پر دین سے تو آزاد تھا مگر دنیا سے بے رغبت اور آزاد نہ تھا بلکہ اقبال کی امیرانہ زندگی اس حقیقت کا واضح انکشاف ہے۔

یورپ کے اسفار

اقبال نے اپنی زندگی میں یورپ کے کلب بھی دیکھے اور قہوہ خانہ میں طوائفوں سے شناسائی بھی رکھی۔ یورپ کے متعدد سفر کرنا بھی اس حقیقت کی قلعی کھول دیتا ہے کہ اقبال

قلندر نہیں سکندر تھا۔

عبدالمجید سالک لکھتا ہے:

1934ء کے اواخر میں علامہ اقبال نے میورروڈ پر سات کنال کا ایک قطعہ اراضی خریدا اور اپنے بڑے بھائی شیخ عطاء میں (قادیانی) کو سیالکوٹ سے بلوا کر اس قطعے پر کوٹھی تعمیر کرنے کا کام سپرد کیا۔ شیخ صاحب نے نہایت انہماک اور نگرانی سے یہ کوٹھی بنوائی۔ علامہ نے اس کو آغاز سے انجام تک جا کر نہیں دیکھا بس اُسی دن گئے جب کوٹھی بن کر مکمل ہوگئی۔ (ذکر اقبال صفحہ 179)

اقبال کے گھر میں ملازموں کی بھی کمی نہیں تھی۔ سیکرٹری میاں محمد شفیع، لیڈی ڈورسن لینڈوپر، ملازم علی بخش اور ملازم رحمان اقبال کے باقاعدہ ملازم تھے۔

قارئین آپ خود ہی اندازہ فرمائیں، پیسے کی ریل پیل، سات کنال کی کوٹھی اور متعدد ملازموں سے خدمت لینے والے قلندر ہوتے ہیں یا سکندر۔

اقبال کے مذہبی خیالات

کوئی بھی نامور سیاسی شخصیت ہو یا کوئی صاحب اقتدار ہو جسے پبلک پسند کرتی ہو، لوگ اس کو اپنے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ تو ہمارا ہے یہی کچھ مختلف مکاتب فکر کے لوگوں نے اقبال کے ساتھ کیا۔ لیکن اقبالیات کا مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہ ہوگا کہ اقبال کسی خاص مکتبہ فکر سے تعلق نہ رکھتا تھا۔ بلکہ دورخی اور صلح کلیت کے طریقے پر کاربند تھا۔ تا کہ اقبال سے سارے خوش رہیں۔ ہندو بھی، سکھ بھی، عیسائی بھی، مرزائی بھی، وھابی بھی، دیوبندی بھی، بریلوی بھی اور شیعہ بھی۔ میرے اس دعوے کا فیصلہ آپ مندرجہ ذیل عبارت پڑھ کر کر لیجیے۔

اقبال لکھتا ہے:

میرا ذاتی طریق یہی ہے کہ میں دنیا کی تمام مذہبی تحریکوں کو ادب اور احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ (مقالات اقبال صفحہ 376 مرتب عبدالواحد معینی)

اقبال کے نظریات میں بہت ساری ایسی چیزیں موجود ہیں کہ جن کو وھابی یا دیوبندی شرک و کفر اور بدعت سمجھتے ہیں اور بہت ساری ایسی چیزیں بھی ہیں جن کو بریلوی کفر سمجھتے ہیں۔ لہذا اقبال کے تمام عقائد و نظریات کو سامنے رکھتے ہوئے اقبال کو کلیتاً کسی ایک مکتبہ فکر سے نہیں جوڑا جاسکتا۔

اقبال کہیں وھابیت کا پرچار کرتے نظر آتا ہے تو کہیں دیوبندیت اور بریلویت کا اور کہیں مرزائیت و نیچریت کا۔

ابن عبدالوھاب نجدی فرقہ وھابیہ کے بانی کی تعریف

اقبال لکھتا ہے۔ "عربی احتجاجیت کی بدعات کے مصلح عظیم محمد بن عبدالوھاب کا سال ولادت 1700ء ہے انہوں نے مدینہ منورہ میں تعلیم پائی، ایران کا سفر کیا اور آخر الامر اس آگ کو ان کی بے چین روح میں دبی ہوئی تھی سارے عالم اسلام میں پھیلا دیا۔ ان کی طبیعت اور خیالات کا رنگ بھی وہی تھا جو امام غزالی کے شاگرد محمد ابن تومرت یعنی بدعات کے اس بربر مصلح کا جس کا ظہور اسلامی اندلس کے عہد زوال میں ہوا اور جن کی بدولت اس میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔ (تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ صفحہ 226)

عبدالوھاب نجدی کا ذکر

اقبال لکھتا ہے؛

ہاں یہ ضرور ہے کہ مسلمانوں نے بعض علماء یا دیگر قائدین امت کو مجدد یا مہدی کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ مثلاً محمد ثانی فاتح قسطنطنیہ کو مورخین نے مہدی لکھا ہے۔ بعض علماءِ امت کو امام اور مجدد کے الفاظ سے یاد کیا۔ اس میں کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ زمانہ حال میں میرے نزدیک اگر کوئی شخص مجدد کہلانے کا مستحق ہے تو وہ صرف جمال الدین افغانی ہے۔ مصر و ایران و ترکی و ہند کے مسلمانوں کی جب کوئی تاریخ لکھے گا تو اُسے سب سے پہلے عبدالوھاب نجدی اور بعد میں جمال الدین افغانی کا ذکر کرنا ہو گا۔

(اقبال نامہ مجموعہ مکاتیب اقبال صفحہ 533)

اقبال کی نظر میں ابن عبدالوھاب نجدی مصلح عظیم

سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس مصلح عظیم نے اس تحریک کی ابتداء کی اس کا مقصد تو بجز

اس کے کچھ نہیں تھا کہ باب اجتہاد وا ہو اور امت تقلید کے بندھنوں سے نجات پائے۔ بعینہ رد بدعات و فتن کے سلسلے میں حدیث کا مطالعہ ضروری تھا لہذا حدیث کے مطالعے پر زور دیا گیا۔ (اقبال کے حضور صفحہ 286-287، نشستیں اور گفتگوئیں نذیر نیازی)

اہلحدیث کی دل آزاری کسی طرح جائز نہیں

اقبال لکھتا ہے؛

اہلحدیث کی دل آزاری کسی طرح جائز نہیں۔ اہل حدیث اور اہل الرائے کا امتیاز بہت پرانا ہے۔ محمد بن عبدالوھاب نے جو تحریک اٹھائی اس کا سلسلہ امام ابن تیمیہ تک جا پہنچتا ہے۔ رد تقلید کا قدرتی تقاضا تھا کہ مطالعہ حدیث پر زور دیا جاتا۔ ہندوستان میں شاہ صاحب بھی تو حدیث کی ضرورت پر قلم اٹھا چکے ہیں۔ (اقبال کے حضور نشستیں اور گفتگوئیں صفحہ 319)

ردِ تقلید ضروری تھا

اقبال لکھتا ہے؛

ردِّ تقلید اور ازالہ بدعات گو اپنی جگہ پر ضروری تھا۔ لیکن اس کا دائرہ چونکہ بحث و نظر سے آگے نہیں بڑھا اور جو بھی گفتگو کی گئی عقائد کے رنگ میں۔

(اقبال کے حضور نشستیں اور گفتگوئیں صفحہ 320)

وھابی تحریک اقبال کی نگاہ میں

وھابی تحریک ایک چنگاڑی تھی جس سے عالم اسلام میں ہر کہیں تقلید اور استبداد کے خلاف ایک آگ بھڑک اٹھی۔ صدیوں کا جمود ٹوٹا، قوائے علم و عمل مشل ہو رہے تھے۔ ان میں پھر سے حرکت پیدا ہوئی۔ (اقبال کے حضور نشستیں اور گفتگوئیں صفحہ 321-322)

اقبال لکھتا ہے؛

یوں جن تحریکوں کا ظہور ہوا ان میں ایک علاقہ سا قائم ہو گیا حالانکہ اکثر و بیشتر ان میں باہم کوئی تعلق نہیں تھا۔ بجز سطحی مشابہت کے مثلاً یہی کہ جہاں کہیں بدعات کے خلاف کوئی آواز اُٹھی اسے بھی وھابیت سے تعبیر کیا گیا حتی کہ حضرت سید احمد کی تحریک جہاد بھی وھابی تحریک سے موسوم ہوئی۔ (اقبال کے حضور نشستیں اور گفتگوئیں صفحہ 322)

اقبال لکھتا ہے؛

ہم نے آنکھ کھولی تو لا یعنی روایات، بدعات اور توھمات کا زور تھا۔ لیکن ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے وھابی تحریک پھیل گئی۔ بخاری و مسلم کی اشاعت ہونے لگی اور صورت حالات بہت کچھ بدل گئی۔ (اقبال کے حضور نشستیں اور گفتگوئیں صفحہ 133)

جنت البقیع و جنت المعلی میں قبور صحابہ واہلبیت کو مسمار کرنے والے وھابی حکمران عبدالعزیز بن سعود، اقبال کی نظر میں

اقبال کی اشعار؛

تو سلطان حجازی من فقیرم — دے در کشور معنی امیرم
جہاں نے کوز تخم لا الہ است — بیا بانگر بآغوش ضمیرم
تو ھم آں مے بگیرم از ساغر دوست — کہ باشی تا ابد اندر بر دوست
سجودے نیست اے عبدالعزیز ایں — بروبیم از مژہ خاک در دوست

(اقبال کے حضور نشستیں اور گفتگوئیں صفحہ 38)

اقبال سلطان عبدالعزیز کی حمایت میں کہتا ہے؛

میں حجاز کی موجودہ صورت حالات سے پورے طور پر مطمئن ہوں اور سلطان ابن سعود پر بدون تذبذب اعتماد رکھتا ہوں۔ سلطان نجد ایک روشن خیال آدمی ہے۔ اور جو لوگ سلطان سے ملے ہیں وہ میری اس رائے کے موید ہوں گے۔ امریکہ کا ایک مصنف اپنی کتاب "الاسلام" میں سلطان نجد کو زوال آمادہ دنیائے اسلام کا صاف ترین اور پاک ترین خطہ بتاتا ہے۔ (ذکر اقبال صفحہ 122-123 از عبدالمجید سالک)

ہدم قبات میں ابن سعود کی حمایت

اقبال کے حلقہ یاراں میں سے عبدالمجید سالک لکھتا ہے؛

پھر سلطان ابن سعود کی تطہیر حجاز (یعنی مزارات صحابہ واہلبیت کی مسماری) کے غلغلے نے ہندوستان میں مسلمانوں کو دو مذہبی کیمپوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ سلطان ابن سعود کے حامیوں اور مخالفوں میں سخت کش مکش ہو رہی تھی، دونوں طرف کے علماء نے تکفیر کا ہنگامہ برپا کر رکھا تھا۔ علامہ اقبال ابن سعود کی حمایت میں بیان دے چکے تھے اور چند علماء ان کے خلاف خار کھائے بیٹھے تھے۔ (ذکر اقبال صفحہ 124-125)

ابن تیمیہ اور اقبال

اقبال لکھتا ہے؛

علماء قوم میں میں سب سے پہلے غالباً ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ اور حکماء میں واحد محمود نے اسلامی تخیل کے اس ہمہ گیر میلان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔

(مقالات اقبال صفحہ 196، مرتب عبدالواحد معینی)

ابن تیمیہ اقبال کی نظر میں اسلام کے پُرجوش مبلغ

اقبال لکھتا ہے؛

اور یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہ کی ذات میں جو بڑے سرگرم اہل قلم اور اسلام کے نہایت پرجوش مبلغ تھے اور جن کی ولادت 1263ء میں یعنی زوال بغداد سے پانچ برس بعد ہوئی اس روش کے خلاف ایک زبردست رد عمل رونما ہوا۔ امام موصوف کی تعلیم و تربیت حنبلی روایات کے مطابق ہوئی۔ وہ خود بھی اجتہاد کے دعویدار تھے اور اس لیے مذاہب اربعہ کی قطعیت کا انکار انہیں پھر اصول اولیں کی طرف لے گیا تاکہ اس سلسلے میں کوئی نیا قدم اٹھا سکیں۔ (تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ صفحہ 226)

ہندوستان میں وھابی تحریک کے سرخیل اسمائیل دھلوی اقبال کی نظر میں

اقبال لکھتا ہے؛

مجدد الف ثانی، عالمگیر اور مولٰنا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہم نے اسلامی سیرت کے احیاء کی کوشش کی مگر صوفیا کی کثرت اور صدیوں کی جمع شدہ قوت نے اس گروہ احرار کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ اب اسلامی جماعت کا محض خدا پر بھروسہ ہے۔

(اقبال نامہ، مجموعہ مکاتیب اقبال صفحہ 382)

اقبال لکھتا ہے؛

مولٰنا شاہ اسمٰعیل شہید کی عبقات قاضی محب اللہ کے جوہر الفرد اور حافظ امان اللہ بنارسی کی تمام تصانیف کہاں سے دستیاب ہوں گی؟ (اقبال نامہ، مجموعہ مکاتیب اقبال صفحہ 142)

مولٰنا احمد رضا خان صاحب بریلوی ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں؛

استفتاء: زید باوجود ادعائے صدیقی الوارثی کے اسمٰعیل دھلوی کو حضرت مولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھتا ہے۔

جواب: صورت مذکورہ میں زید گمراہ بددین نجدی اسمٰعیلی ہے۔ اور بحکم فقہائے کرام اس پر حکم کفر لازم۔ (ملخصاً فتاوی رضویہ جلد 29 صفحہ 234)

اقبال ابن تیمیہ اور اسمائیل دھلوی والا کام کر رہا ہے

اقبال لکھتا ہے؛

ابن تیمیہ، ابن جوزی، زمخشری اور ہندوستان میں حضرت مجدد الف ثانی، حضرت عالمگیر غازی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ اسمائیل دہلوی نے ہی کام کیا ہے اور ہمارا مقصد صرف اس سلسلہ کو جاری رکھنے کا ہے اور کچھ نہیں۔ (مقالات اقبال صفحہ 218)

قارئین ذیل میں اسمٰعیل دہلوی کے چند نظریات ملاحظہ فرمائیں اور اقبال کے ممدوحین کے ایمانی حالت کا اندازہ لگائیں۔

1۔ کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ (یک روزہ صفحہ 17)

2۔ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا، وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) (تقویۃ الایمان صفحہ 41، مطبوعہ المملکۃ العربیہ السعودیہ)

3۔ زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا انہی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا، اپنے بیل اور گدھے کی صورت سے مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ، استغفر اللہ)

(صراط مستقیم صفحہ 169، مصنفہ اسمائیل دھلوی مطبوعہ اسلامی اکیڈمی)

4۔ اولیاء وانبیاء، امام وامام زادہ، پیر وشہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی۔ مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے۔ ہم ان کے چھوٹے سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیے۔(استغفر اللہ) (تقویۃ الایمان صفحہ 129 مطبوعہ المملکۃ العربیہ السعودیہ)

5۔ نبی کریم ﷺ کی طرف دھلوی نے جھوٹ منسوب کیا کہ میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔(نعوذ باللہ) (تقویۃ الایمان صفحہ 130 ایضاً)

ابن تیمیہ کے نظریات دیکھنے کے لیے کتاب اخطاء ابن تیمیہ اور فتاوٰی ابن تیمیہ فی المیزان ملاحظہ فرمائیں۔

اقبال اور سید احمد بریلوی

اقبال کہتا ہے؛

جاوید نامہ میں بہت سی باتوں کا ذکر رہ گیا۔ میرا تو جی چاہتا تھا سید احمد بریلوی اور سید احمد دھلوی کی روحوں کو بھی اس میں جمع کر دوں لیکن خیال نہ رہا۔(اقبال کے حضور صفحہ 64)

تقویۃ الایمان

اقبال لکھتا ہے؛

تاریخ تصوف سے فارغ ہو لوں تو تقویۃ الایمان کی طرف توجہ کروں۔ فی الحال جو فرصت ملتی ہے وہ اس مضمون کی نذر ہو جاتی ہے۔ (مکاتیب اقبال حصہ دوم صفحہ 58)

اقبال غیر مقلد

اقبال 1935ء میں لکھے گئے اپنے وصیت نامے میں لکھتا ہے؛

دیگر میرے مذہبی اور دینی عقائد سب کو معلوم ہیں میں عقائد دینی میں سلف کا پیرو ہوں نظری اعتبار سے فقہی معاملات میں غیر مقلد ہوں۔(وصیت نامہ اقبال زندہ رود صفحہ 615)

عرس اقبال کی نظر میں

عرب اور دیگر ممالک اسلامیہ کی تو خبر نہیں لیکن ہندوستان کے عرسوں کے متعلق یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ ہندوؤں میں چونکہ جاترا کی رسم عرصہ دراز سے چلی آرہی ہے اور وہ دور دراز ممالک سے بعض خاص تیرتھوں پر جاترا کے لیے جایا کرتے تھے اس لیے جب وہ رفتہ رفتہ مشرف بہ اسلام ہونے لگے تو ان کو اسلام سے مانوس کرنے کے لیے ایسے طریقے اختیار کیے گئے۔ (مقالات اقبال صفحہ 188)

نظریہ وحدۃ الوجود اقبال کی نظر میں کفر اور زندیقی ہے

اقبال لکھتا ہے؛

یورپ کا علمی مذہب تو وحدت الوجود ہے جس کے وہ حامی ہیں میں تو اس مذہب سے ہوں جو میرے نزدیک ایک قسم کی زندیقیت ہے تائب ہو کر خدا کے فضل و کرم سے مسلمان ہو چکا ہوں۔ (مقالات اقبال صفحہ 213)

اقبال مقالات کے دوسرے مقام پر لکھتا ہے؛

علماءِ اسلام نے ابتداء ہی سے اس کی مخالفت کی اور مسئلہ وحدت الوجود کے متعلق تو علمائے امت کا اجماع ہے کہ یہ قطعاً غیر اسلامی تعلیم ہے میں سب باتیں انشاءاللہ ثابت کروں گا۔ (مقالات اقبال صفحہ 218)

اقبال کی مذکورہ بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ اقبال نظریہ وحدت الوجود کے قائل کو زندیق اور بے دین خیال کرتے تھے۔ آیئے اب دیکھتے ہیں اقبال کا یہ فتوی کن کن اکابرین امت پر لگتا ہے جنہوں نے وحدت الوجود کی تائید کی ہے۔

1۔ سیدنا محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ (کتاب ابن عربی صفحہ 6)
2۔ امام فخر الدین رازی (تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 358)
3۔ امام محمد بن محمد غزالی (احیاء العلوم جلد 4 صفحہ 428)
4۔ شیخ عبدالکریم بن ھوازن (رسالہ قشیریہ صفحہ 128-213)
5۔ شیخ شھاب الدین سہروردی (عوارف المعارف صفحہ 135)
6۔ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرھندی (مکتوبات دفتر اول، مکتوب نمبر 31)
7۔ شاہ ولی اللہ محدث دھلوی (انفاس العارفین صفحہ 253)
(الانتباہ فی سلاسل اولیاء صفحہ 200)
8۔ شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی (فتاوی عزیزی جلد اول صفحہ 124 فارسی)

مشتے از خروارے یہ چند حوالہ جات اکابرین امت کے پیش کیے ہیں جو نظریہ وحدت الوجود کو برحق سمجھتے تھے۔ کیا معاذاللہ یہ تمام زندیق تھے؟

یاد رہے کہ اقبال کے بعض سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ اقبال وحدت الوجود کو کفر و زندیق کہنے سے تائب ہو گئے تھے۔ لیکن کوئی مضبوط ثبوت ان کے پاس نہیں ہے۔ جبکہ اقبال کا بیٹا جاوید اور دیگر سوانح نگار لکھتے ہیں کہ اقبال اسی موقف پر رہا۔

(زندہ رود صفحہ 714-715)

اقبال اور ابوالکلام آزاد

ڈاکٹر اقبال لکھتا ہے؛

میرے دل میں مولنا ابوالکلام آزاد کی بڑی عزت ہے اور ان کی تحریک سے ہمدردی۔

(اقبال نامہ مجموعہ مکاتیب اقبال صفحہ 134-135)

اشرف علی تھانوی اور اقبال

اقبال لکھتا ہے؛

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی سے پوچھیے وہ اس کی تفسیر کس طرح کرتے ہیں۔ میں اس بارے میں انہی کا مقلد ہوں۔ (مقالات اقبال صفحہ 221)

یہ وہی اشرف علی تھانوی ہے جس نے اپنی کتاب میں نبی کریم ﷺ کے علم وافر و کثیر کو جانوروں اور پاگلوں کے علم جیسا لکھا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) کتاب حفظ الایمان صفحہ 13)

اقبال اور انور شاہ کشمیری دیوبندی

اقبال لکھتا ہے؛

مولوی سید انور شاہ مرحوم و مغفور نے مجھے عراقی کا ایک رسالہ مرحمت فرمایا تھا اس کا نام تھا "فی درایۃ الزماں" جناب کو ضرور اس کا علم ہوگا۔ (اقبال نامہ صفحہ 324)

انور شاہ کشمیری کے نام خط (13 مارچ 1935ء)

مخدوم و مکرم حضرت قبلہ مولنا السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکتہ، مجھے ماسٹر عبداللہ صاحب سے ابھی معلوم ہوا ہے کہ آپ انجمن خدام الدین کے جلسہ میں تشریف لائے ہیں اور ایک دو روز قیام فرماویں گے۔ میں اسے اپنی بڑی سعادت تصور کروں گا اگر آپ کل شام اپنے دیرینہ مخلص کے ہاں کھانا کھائیں۔ جناب کی وساطت سے حضرت مولوی حبیب الرحمن صاحب

قبلہ عثمانی صاحب، حضرت مولوی شبیر احمد صاحب اور جناب مفتی عزیز الرحمن صاحب کی خدمت میں بھی یہی التماس ہے۔ مجھے امید ہے کہ جناب اس عریضے کو شرف قبولیت بخشیں گے۔ آپ کو قیام گاہ پر لانے کے لیے سواری یہاں سے بھیج دی جائے گی۔

(اقبال نامہ مجموعہ مکاتیب اقبال صفحہ 548-549)

سلیمان ندوی اور اقبال

سلیمان ندوی کو اقبال نے ستر (70) خطوط لکھے: اقبال نامہ کے صفحہ 110 سے لیکر 191 تک۔ صفحہ نمبر 186 پر لکھتے ہیں؛ مخدوم ومکرم جناب مولٰنا السلام علیکم، کہیں لکھتا ہے مخدومی السلام علیکم؛

مزید لکھتا ہے؛ میں ایک مدت سے آپ کی ملاقات کا اشتیاق رکھتا ہوں میرے ہی غریب خانہ پر ٹھہریے۔ یہاں سے انجمن کا جلسہ کچھ دور نہیں موٹر پر چھ منٹوں کی راہ ہے۔

(اقبال نامہ صفحہ 152)

شبلی نعمانی اور اقبال

اقبال لکھتا ہے؛

مولٰنا شبلی مرحوم ومغفور نے تاریخی واقعات کو نظم کرنا شروع کیا تھا اور جو چند نظمیں انہوں نے لکھی تھیں وہ نہایت مقبول ہوئیں۔ (اقبال نامہ صفحہ 111)

سلیمان ندوی کے نام خط میں اقبال لکھتا ہے؛

آج مولانا ابوالکلام کا خط آیا ہے انہوں نے بھی میری اس ناچیز کوشش کو بہت پسند فرمایا ہے۔ مولانا شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ استاد الکل ہیں۔ اقبال آپ کی تنقید سے مستفید ہوگا۔ (اقبال نامہ صفحہ 113)

شبلی نعمانی، انور شاہ کشمیری کے فتوی کی زد میں

انور شاہ کشمیری لکھتا ہے؛

التعجب من المورخ الشهير بالهند شبلى النعمانى صاحب كتاب سيرة النبى الفاروق وغيرهم انه كيف يعتقدى ذالك الرجل ـــــ هل هى مداهنة دينية لمصالح مشتركة او ذالك من اءتلاف ارواحهما واشتراك مقاصدها فى العم والفهم ـــــ وانما ابوبه على اعين الناس اذيس من الدين ان يغمض عن كافر۔

یعنی مجھے بڑا تعجب ہے مشہور مورخ شبلی نعمانی صاحب کتاب سیرۃ النبی اور الفاروق وغیرہ پر کہ وہ اس شخص (سرسید) کے بارے میں کیسی خوش اعتقادی رکھتا ہے یا تو یہ مداہنت فی الدین ہے کسی مشترکہ مصلحت کی وجہ سے اور دونوں (سرسید و شبلی) کی روحیں علم وفہم کے مقصد میں ایک جا ہیں۔ یہ پول لوگوں کے سامنے اس لیے کھول دیا ہے کہ دین میں کافر کے کفر سے اغماض یعنی چشم پوشی جائز نہیں۔

(یتیمۃ البیان مقدمہ مشکلات القرآن صفحہ 52 مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

اقبال کے ممدوح شبلی پر اشرف علی تھانوی کا فتوی

اشرف علی تھانوی کے خلیفہ عبدالماجد دریا آبادی اپنی کتاب حکیم الامت میں لکھتے ہیں؛

"مولٰنا تھانوی کا فتوی شائع ہوگیا۔ مولانا شبلی اور مولانا حمید الدین کافر ہیں اور چونکہ مدرسہ انہیں دونوں کو مشن ہے اس لیے مدرسۃ الاصلاح مدرسہ کفر و زندقہ ہے اس کے تمام

متعلقین کافر و زندیق ہیں۔ یہاں تک کہ جو علماء اس مدرسہ کے جلسوں میں شرکت کریں وہ بھی زندیق ہیں۔

(حکیم الامت صفحہ 418 مطبوعہ مکتبہ مدینہ لاہور)

دیوبندی مناظر و محقق ڈاکٹر خالد محمود مانچسٹر والے نے اقبال کے ممدوح شبلی کو معتزلی قرار دیا

ڈاکٹر خالد لکھتا ہے؛

اکابر دیوبند اور مولانا شبلی نعمانی کا کئی باتوں میں شدید اختلاف تھا۔۔۔۔۔۔ مولانا شبلی کی فکر بعض تعبیرات میں معتزلہ کے قریب جا رہی تھی۔

(ماہنامہ الرشید (ساہیوال) دار العلوم دیوبند نمبر صفحہ 449 فروری مارچ 1976)

شبلی نعمانی ملحد تھا

مولوی مجاہد الحسینی دیوبندی لکھتا ہے؛

جون 1914ء کی بات ہے کی سیرۃ النبی کا مقدمہ ملک کے ایک شہرہ آفاق ہفتہ وار اخبار میں شائع ہوا اس کا شائع ہونا تھا کہ بعض اہل علم، جن میں شاید کچھ دیوبندی خیال کے اصحاب بھی شامل تھے۔ منظم طریقے پر بیگم صاحبہ بھوپال تک یہ شکایت پہنچائی کہ آپ جس چیز کی اعانت کر رہی ہیں وہ دین نہیں الحاد کی اعانت ہے۔

(علمائے دیوبند عہد ساز شخصیات صفحہ 115)

شبلی نعمانی قادیانیت نواز تھا

غیر مقلد عالم داؤد ارشد کا اقبال کے ممدوح شبلی پر فتویٰ۔ لکھتا ہے؛

مولانا شبلی نعمانی تو اس بات کے خواہاں تھے کہ مرزا محمود احمد جو اس وقت قادیانی خلافت پر متمکن تھے ان کے ساتھ مل کر اسلام کی اشاعت کا کام کیا جائے۔

(القول الفصیح فی احوال نداء مسیح صفحہ 8 ناشر جماعت اہلحدیث کوٹلی ورکاں مضافات نارنگ منڈی)

محمود الحسن دیوبندی اور اقبال

سلیمان ندوی کو خط میں اقبال لکھتا ہے؛

مخدومی السلام علیکم ایک عرصہ سے آپ کی خیریت معلوم نہیں ہوئی۔ مصارف میں حضرت مولٰنا محمود الحسن صاحب قبلہ کا ایک خط شائع ہوا ہے۔ (اقبال نامہ صفحہ 127)

شیعہ عالم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا ہوں اقبال

راجہ کشن پرشاد کے نام خط میں اقبال لکھتا ہے؛

لاہور میں ایک بہت بڑے ایرانی عالم مقیم ہیں۔ یعنی سرکار علامہ شیخ عبد العلی الحیرانی معلوم نہیں کبھی حیدر آباد میں بھی ان کا گزر ہوا یا نہیں۔ عالم متجر ہیں۔ مذہباً شیعہ ہیں مگر مطالب قرآن بیان فرماتے ہیں تو سمجھنے سوچنے والے لوگ حیران رہ جاتے ہیں اس کے علاوہ علم جفر میں کمال رکھتے ہیں۔ کبھی کبھی ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا ہوں اگر اس موسم میں سرکار لاہور کا سفر کریں تو خوب ہو کہ یہ آدمی دیکھنے کے قابل ہے۔

(اقبال نامہ مجموعہ مکاتیب اقبال صفحہ 464)

اقبال وھابی فتوؤں کی زد میں

اقبال نبی کریم ﷺ سے مدد مانگتا ہے۔

اے مددگارِ غریباں اور پناہِ بے کساں

اے نصیرِ عاجزاں اے مایہ بے مایگاں

کارواں صبر و تحمل کا ہوا دل سے رواں

کہنے آیا ہوں میں اپنے درد و غم کی داستاں

ہے تیری ذات مبارک حلِ مشکلات کے لیے

نام ہے تیرا شفا دُکھے ہوئے دل کے لیے

(سُرودِ رفتہ صفحہ 26 مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز)

حضرت نظام الدین اولیاء سے استغاثہ

خرد تیں میکدہ شوق تیرے دم سے ہے

طلب ہو خطر کو جس کی وہ جام ہے تیرا

کرم کرم کہ غریب الدیا ہے اقبال

مرید پیر نجف ہے غلام ہے تیرا

(سرودِ رفتہ صفحہ 128)

اولیاء اللہ کی قدرت کا اقرار

اقبال لکھتا ہے؛

میں کراماتوں کا قائل ہوں اور میرا خیال ہے کہ وہ پاک نفوس جن کو اللہ تعالیٰ نے خاص دل و دماغ عطا کیا ہے اور جو تزکیہ نفس میں صاحب کمال ہیں تیر از کماں رفتہ اور آب از ضور فتہ واپس لا سکتے ہیں۔

اولیاء راہست قدرت از الٰہ

ترجستہ باز گرداند زراہ

ترجمہ: اولیاء کو اللہ تعالیٰ سے یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ پھینکے ہوئے تیر کو رستے سے واپس موڑ سکتے ہیں۔

(مقالات اقبال صفحہ 189)

پیر کی ضرورت کا اقرار

اقبال لکھتا ہے؛

پیر یا مرشد کی سخت ضرورت ہے اس کے بغیر انسان کوئی صحیح اور کامل رستہ نہیں دیکھ سکتا۔

(مقالات اقبال صفحہ 190)

شیخ عبدالقادر جیلانی غوث الثقلین

اقبال لکھتا ہے؛

سید السادات ابو محمد حضرت غوث الثقلین فتوح الغیب مقالہ 36 میں فرماتے ہیں۔

(مقالات اقبال صفحہ 291)

حسین احمد مدنی اقبال

اقبال لکھتا ہے؛

عجم ہنوز نداند رموز دین ورنہ!

ز دیوبند حسین احمد چہ ابوالعجبی است

سرود ہر سر منبر کہ ملت از وطن است

چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

بمصطفیٰ برساں خویش کہ دین ہمہ است

اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولعجبی است

(کلیات اقبال صفحہ 701، مطبوعہ خزینہ علم وادب)

اقبال نے حسین احمد مدنی کے متعلق مزید شعر بھی لکھے

اقبال لکھتا ہے؛

ندانی نکتہ دین عرب را — کہ گوئی صبح روشن تیرہ شب را

اگر قوم از وطن بودے محمد — نداوے دعوت دیں بولہب را

(اقبال کے حضور صفحہ 166)

حق لابفریبد کہ نبی رابفریبد

آں شیخ۔۔۔۔۔ کہ خودرا مدنی خواند (نعوذ باللہ)

(زندہ رود صفحہ 725)

ان اشعار میں اقبال نے حسین مدنی دیوبندی مقام مصطفیٰ سے بے خبر اور فریبی تک کہہ دیا۔

قادیانیت اور دیوبندیت

اقبال لکھتا ہے؛

قادیان اور دیو بند اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے اور دونوں اس تحریک کی پیداوار ہیں جسے عرف عام میں وھابیت کہا جاتا ہے۔

(اقبال کے حضور صفحہ 261، مطبوعہ اقبال اکادمی پاکستان)

اقبال اور محفل میلاد

مقالات اقبال میں اقبال کی وہ تقریر مندرج ہے جو محفل میلاد النبی کے موقع پر میلاد کے موضوع پر اقبال نے کی۔ (مقالات اقبال صفحہ 236)

اقبال کی بیوی سردار بیگم کی قل خوانی

اقبال کا بھتیجا لکھتا ہے؛

(سردار بیگم) کی رسم قل ادا ہو جانے کے بعد میں اور چچا واپس لاہور آ گئے۔

(زندہ رود صفحہ 345)

صد سالہ جشن ولادت حالی

25 اکتوبر 1935ء کو اقبال صد سالہ جشن ولادت حالی میں شریک ہوئے۔ حضرت شاہ بو علی قلندر کے مزار پر حاضری دی۔۔۔۔ جلسے کے اختتام پر سب لوگ مرزا حالی پر فاتحہ پڑھنے کے لیے گئے۔ (زندہ رود صفحہ 615-616)

حیات النبی ﷺ اور اقبال

اقبال لکھتا ہے؛

میرا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی ان کی صحبت سے اسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم ہوا کرتے تھے۔ لیکن اس زمانے میں تو اس قسم کے عقائد کا اظہار بھی اکثر دماغوں کو ناگوار ہو گا۔

(اقبال نامہ مجموعہ مکاتیب اقبال صفحہ 582)

اقبال لکھتا ہے؛ نگاہِ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں۔

اس شعر کے متعلق ڈاکٹر شفیق الرحمن وھابی عالم لکھتا ہے؛

"جب امام الانبیآء بھی کسی کو ہدایت نہیں دے سکتے (نعوذ باللہ) تو پھر وہ کون سا مرد مومن ہے جس کے متعلق شاعر کہتا ہے؛

نگاہِ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ایسا نظریہ رکھنا یقیناً شرک ہے۔

(تجدید دین صفحہ 94، ناشر مکتبہ دار التوحید والسنہ مسجد توحید خدا بخش روڈ عقب سوڈیوال کوارٹرز ملتان روڈ، لاہور)

سر سید احمد خان علی گڑھی اور اقبال

اقبال سب سے بڑھ کر جس شخص کی تعریف میں رطب اللسان ہے وہ سر سید احمد خان علی گڑھی ہے۔ اقبال لکھتا ہے؛

سر سید کی ذات بڑی بلند تھی بڑی ہمہ گیر۔ افسوس ہے مسلمانوں کو پھر ویسا کوئی رہنما نہیں ملا۔ (اقبال کے حضور صفحہ 24، اقبال اکادمی پاکستان)

اقبال کہتا ہے؛

جاوید نامہ میں بہت سی باتوں کا ذکر رہ گیا میرا تو جی چاہتا تھا سید احمد بریلوی اور (سر) سید احمد دھلوی کی روحوں کو بھی اس میں جمع کر دوں۔

(اقبال کے حضور صفحہ 64)

مزید؛

علماء سہارن پور نے یہ نہیں سوچا کہ سر سید نے قرآن مجید کی تفسیر لکھی، تہذیب الاخلاق نکالا، علی گڑھ کالج قائم کیا اور مسائل الٰہیات پر قلم اٹھایا۔ تو اس سے ان کا مدعا کیا تھا، یہی کہ مسلمانوں کو اپنی وحدت کا شعور ہو۔ (اقبال کے حضور صفحہ 285)

اقبال لکھتا ہے؛

میں نے سر سید احمد علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا پوچھتے ہیں تم کب سے بیمار ہو۔ میں نے عرض کیا دو سال سے اوپر مدت گزر گئی۔ (اقبال نامہ صفحہ 306)

مولوی عبدالحق کے نام خط میں اقبال لکھتا ہے؛

آپ کی تحریک سے مسلمانوں کا مستقبل وابستہ ہے۔ بہت سے اعتبار سے یہ تحریک اس تحریک سے کسی طرح کم نہیں جس کی ابتداء سر سید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کی تھی۔

(اقبال نامہ مجموعہ مکاتیب اقبال صفحہ 404)

سر سید کا مادہ تاریخ وفات قرآن کی آیت سے

سر سید احمد خان کے مرنے پر تاریخ وفات کا مادہ اقبال نے نکالا؛

سر سید احمد خان کی تاریخ وفات: 28 مارچ 1898

انی متوفیک ورافعک الی مطھرک 1315 ہجری

(سرود رفتہ صفحہ 217 شیخ غلام علی اینڈ سنز)

(ذکر اقبال صفحہ 32 روزگار فقیر جلد 1 صفحہ 112)

سر سید کی عظمت اقبال کی نظر میں

اقبال لکھتا ہے؛

اگرچہ ہمارے عظیم شاعر حالی نے سر سید احمد خان کے سوانح حیات بڑی تفصیل سے تحریر کئے ہیں لیکن مسلمانان ایشیا ابھی تک ان کی دینی کاوش کو پوری طرح سمجھنے کے قابل نہیں ہو سکے اس حقیقت کا مجھ پر انکشاف ہوا ہے کہ سر سید کی نگاہ ایسے وسیع و عریض امور پر جمی ہوئی تھی جن کا تعلق مسلمانان ایشیا کے مذہب اور سیاست سے تھا۔ پس مسلم ایشیا نے ابھی تک ان کی شخصیت کی حقیقی عظمت کا اندازہ نہیں کیا۔ (زندہ رود صفحہ 706)

ڈاکٹر اقبال کا بیٹا جسٹس جاوید اقبال لکھتا ہے

اقبال سر سید کے مکتبہ فکر سے وابستہ تھے اور سر سید کے مداح تھے۔

(زندہ رود صفحہ 207، 238، 629)

قارئین اوراق مذکورہ بالا تمام عبارات جو اقبال کے مذہبی خیالات کے زیر عنوان گزریں، کی موجودگی میں تمام مکاتب فکر دیوبندی، بریلوی، وھابی، شیعہ خود ہی بتائیں کہ اقبال کس مکتبہ فکر سے تعلق رکھتا تھا۔ اقبال کی ایک دو باتیں لے کر بعض لوگ اقبال کو بریلویت کی طرف کھینچنا چاہتے ہیں اور ایسے ہی وھابی و دیوبندی اپنے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اقبال ایک دور خہ صلح کلیت نیچری اور سرسید کی فکر کا آدمی تھا۔

اقبال کے ممدوح سرسید احمد خان کے چند نظریات

سرسید احمد خان کے ملحدانہ نظریات کو تفصیلاً جاننے کے لیے اس کی کتاب مقالات سرسید، اور تہذیب الاخلاق کو ملاحظہ کریں۔ ان میں سے چند نظریات یہ ہیں:

1۔ سرسید کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق قرآن وحدیث میں جو کچھ ذکر ہوا وہ سب بطریق مجاز واستعارہ وتمثیل کے بیان ہے۔

2۔ جنت کا انکار

3۔ دوزخ کا انکار

4۔ وجود ملائکہ کا انکار

5۔ وجود جنات کا انکار

6۔ معجزات انبیاء کا انکار

7۔ معراج جسمانی کا انکار وغیرہ

انہی عقائد کفریہ کی وجہ سے تمام مکاتب فکر کے علماء نے اقبال کے ممدوح سرسید احمد خان پر

کفر کا فتویٰ دیا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے حیات جاوید مصنفہ الطاف حسین حالی، مقالات سرسید اور سرسید کی تفسیر القرآن۔

سرسید کے خلاف چند فتاویٰ جات ملاحظہ فرمائیں۔

غیر مقلد مکتبہ فکر کے علامہ ثناءاللہ امرتسری کا فتویٰ

سوال: سرسید احمد خان مرحوم حنفی تھے یا اہلحدیث؟

جواب: سرسید احمد خان نہ حنفی تھے نہ اہلحدیث بلکہ وہ محض اہل قرآن تھے حدیث کے منکر۔

(فتاویٰ ثنائیہ جلد 2، صفحہ 77، مطبوعہ مکتبہ ثنائیہ)

غیر مقلد عالم عبداللہ روپڑی کا فتویٰ

(سر) سید احمد نیچری نے تفسیر لکھی تو قرآن کریم کے تمام معجزات اور خارق عادات کی تاویل کر ڈالی مثلاً موسیٰ علیہ السلام کا عصا کے ساتھ پتھر پر مارنا اور اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑنے کا مطلب یہ لیا کہ عصا ٹیک کر پہاڑوں پر چلے کہیں اتفاقاً بارہ چشمے مل گئے۔ رسول اللہ ﷺ کی معراج کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو خواب میں سیر کرائی گئی۔ ملائک وشیاطین سے مراد نیک اخلاق اور بد اخلاق ہیں۔ کہاں تک کہ جنت ودوزخ بھی روحانی معاملہ ہے۔ روحوں کی خوشی اور تکلیف ہی جنت ودوزخ ہے۔

(مودودی مسلک مصنفہ عبداللہ روپڑی مشمولہ کتاب جماعت اسلامی کو پہچانئے صفحہ 79)

غیر مقلد مفسر صلاح الدین یوسف کا فتویٰ

سرسید احمد خان صاحب قرآن وحدیث کو نیچر (قانون قدرت یا فطرت) کی عینک سے دیکھتے

تھے اس لئے ان کا اور ان کے ہم نواؤں کا تعارف علمی و دینی حلقوں میں نیچری کے لقب سے ہوتا تھا۔ گویا یہ لفظ سرسید کے مکتبہ فکر کا عنوان ہے۔

آگے لکھتے ہیں:

بہت ہی کم لوگوں کو معلوم ہے کہ حدیث پاک کے خلاف چلائے ہوئے شکوک و شبہات کے فتنے کا سرچشمہ عیسائی مشنریاں اور ان کے بعد علی گڑھ یونیورسٹی کے بانی جناب سرسید احمد خان اور ان کی پارٹی کے لوگ تھے۔

(الاعتصام اشاعت خاص مارچ 2005، صفحہ 736)

وہابی مولوی عبدالرحمٰن کیلانی کا فتویٰ

ملت کے بیشتر فرقوں کا آپ کے کفر کے فتویٰ پر اجماع اس بات کی دلیل ہے کہ سید صاحب اسلام کے اصولی عقائد و نظریات پر حملہ آور ہوئے تھے۔ کسی ایک فرقہ کا دوسرے کو کافر سمجھنا اور بات ہے اور اکثر فرقوں کا مل کر کسی ایک شخص و فرقہ کے متعلق کفر کا فتویٰ متفقہ طور پر صادر کرنا اور بات ہے۔ جب اکثر فرقوں کا اجماع ہو جائے تو اس میں شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں۔ (عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ 60، مطبوعہ مکتبہ الاسلام وسن پورہ، لاہور)

وہابی مولوی فیض عالم صدیقی کا فتویٰ

اسی ذہنی بے راہ روی نے ان سے قرآن و رسالت و معجزات حدیث، فقہ، ایمان، ملائکہ، جنت، دوزخ، نماز، حج، زکوٰۃ اور روزہ وغیرہ کے متعلق عجیب عجیب باتیں کہلوائیں۔ جن لوگوں کی نظر سے تفسیر احمدی یا خطبات احمدی گزرے ہوں گے وہ جانتے ہیں کہ ان باتوں کی تاویلات میں آپ نے کیا کیا ٹامک ٹوئے مارے ہیں۔ میں یہاں صرف اس قدر بتانا چاہتا ہوں

سرسید نے کس قدر گستاخی اور بے باکی سے قرآنی مفہوم نہیں بلکہ صاف ترجمہ کو غلط طور پر بیان کرنے میں کتنی بددیانتی دکھائی ہے۔ باقی امور کی تاویلات کا احاطہ کرنا تو ایک طویل فرست کا متقاضی ہے۔ (اختلاف امت کا المیہ، صفحہ 247، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان)

غیر مقلد مولوی فضل الرحمن بن میاں محمد

ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات شریعت کورس جامع اظہر

سرسید احمد نے مسلمانوں کو انگریزی تعلیم سے آراستہ تو کر دیا لیکن ان کو روحانیت سے خالی کر کے مادیت میں مشغول کر دیا۔ انگریزوں کے قریب تو کر دیا لیکن خود مسلمانوں سے دور کر دیا۔ مسلمانوں میں انکار حدیث رسول اللہ ﷺ اور معجزات کا فتنہ برپا کر دیا۔

(کتاب حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری، صفحہ 55)

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی کا فتویٰ

(1) ایک سوال کے جواب میں جو کچھ لکھا ہے اس میں سے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔ لکھتے ہیں کہ:

"زیادہ سرسید ہی نے ہندوستان میں نیچریت کی بنیاد ڈالی تھی۔ گو اس سے پہلے بھی اس خیال کے لوگ تھے مگر بہت کم۔ اس وقت یہ بات نہ تھی جو کالج علی گڑھ کی بنیاد پڑنے کے بعد پیدا ہو گئی اور اس وقت یہ علماء ہی پر الزام تھا کہ یہ سرسید کے اس فعل کو بری نظروں سے دیکھتے ہیں اور ترقی کے مانع ہیں۔ مگر اس تحریک خلافت کے بعد خود وہاں ہی کے تعلیم یافتہ جو آج کل بڑے لیڈر اور عقلاء کہلاتے ہیں ان سب نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ یہ انگریزیت اور دہریت و نیچریت اس علی گڑھ کالج کی بدولت ہندوستان میں پھیلی ہے۔ اس کی بدولت لوگوں کے دین و ایمان برباد ہوئے"۔

چند سطور کے بعد لکھتے ہیں؛

"وہاں نصوص اور احادیث کا انکار، حضور کی معراج جسمانی کا انکار اور کثرت سے خرافات ہانکتے ہیں"۔ اس پر بھی معتقدین کہتے ہیں کہ "اسلام اور مسلمانوں کا خیر خواہ اور ہمدرد تھا نہ معلوم وہ خیر خواہی اور ہمدردی کونسی قسم کے مسلمانوں اور کون سے اسلام کی تھی۔ حضور ﷺ نے اس عالم میں تشریف لا کر جس اسلام کی تبلیغ کی اور جیسا مسلمان بنایا، اس اسلام اور مسلمانوں کی تو اچھی خاصی دشمنی تھی"۔

(الافاضات الیومیہ، ملفوظ نمبر 65، جلد 5 صفحہ 241، مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور، کراچی)

(2) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ؛

"سرسید احمد خان کی وجہ سے بڑی گمراہی پھیلی، یہ نیچریت کا زینہ ہے اور جڑ ہے الحاد کی۔ اس سے پھر شاخیں چلی ہیں۔ یہ قادیانی اس نیچریت کا اول شکار ہوا۔ آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ استاد یعنی سرسید احمد خان سے بھی بازی لے گیا کہ نبوت کا مدعی بن بیٹھا"۔

(الافاضات الیومیہ، ملفوظ نمبر 381، جلد 2 صفحہ 283، مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور، کراچی)

(3) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمای کہ یہ حب دنیا پکارنے والے سب سرسید احمد خان کے چیلے چانٹے ہیں۔ وہ یہی گیت گاتے گاتے بیچارے مر گئے اور اب ان کی باری ہے۔ عمر گزر گئی ان لوگوں کو صدا سنتے ہوئے ترقی ترقی لیکن اس معمے کا حل ہی نہ ہوا کہ آخر ان کا منشا ہے کیا۔ نصوص کا انکار ہے۔ صاف تو کہتے نہیں مگر قرآن و حدیث میں کتر بونت ، تحریف کرنا یہ ان لوگوں کا شغل غالب ہے جس سے انکار نصوص کا شبہ ہوتا ہے۔

(الافاضات الیومیہ، ملفوظ نمبر 448، جلد 2 صفحہ 331، مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور، کراچی)

یوسف بنوری دیوبندی کا فتویٰ

مولوی انور شاہ کشمیری کی تصنیف "مشکلات القرآن" کے مقدمہ یتیمۃ البیان" صفحہ 30 پر سرسید احمد خان کے کفریات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں؛

"وھو رجل زندیق ملحد او جاہل ضال"

یعنی وہ مرد زندیق ملحد یا جاہل گمراہ ہے۔

وہابی ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کا فتویٰ

"مجھ کو ان کے معتقدات باسرہا تسلیم نہیں۔ سید احمد خان صاحب کی تفسیر ایک دوست کے پاس دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ میرے نزدیک وہ تفسیر" دیوان حافظ" کی ان شروح سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی جن کے مصنفین نے چوتڑوں سے کان گانٹھ کر سارے دیوان کو کتاب تصوف بنانا چاہا۔ جو معانی سید احمد خان صاحب نے منطوق آیات قرآنی سے اپنے پندار میں استنباط کئے (اور میرے نزدیک زبردستی مڑھے ہوچکائے) قرآن کی منزل من اللہ ہونے سے انکار کرنا سہل ہے اور ان معانی کو ماننا مشکل۔۔۔۔۔۔۔ یہ وہ معنی ہیں جن کی طرف نہ خدا کا ذہن منتقل ہوا، نہ جبریل حامل وحی کا، نہ رسول خدا کا، نہ قرآن کے کاتب و مدون کا، نہ اصحاب کا، نہ تابعین کا، نہ تبع تابعین کا، نہ جمہور مسلمین کا"۔

(موعظہ حسنہ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی صفحہ 175، بحوالہ نقش سرسید)

ہندوستان کے علماء کا سرسید کے کفر پر اجماع

حالی پانی پتی لکھتا ہے؛

اگرچہ مولوی امداد العلی کی کوشش سرسید کے کفر و ارتداد کے فتوے حاصل کرنے

میں حد غایت کو پہنچ گئی تھی، دلی رام پور، امروہہ، مراد آباد، بریلی، لکھنؤ، بھوپال اور دیگر مقامات کے ساتھ علاموں اور مولویوں اور واعظوں نے کفر کے فتوؤں پر مہریں اور دستخط کئے تھے۔ گویا ہندوستان کے تمام اہل حل و عقد کا اس پر اجماع ہو گیا تھا۔ صرف خدا کی طرف سے اس کی تصدیق اور تصویب باقی رہ گئی تھی۔ سو مولوی علی بخش خان نے یہ کمی پوری کر دی۔ (حیاتِ جاوید، صفحہ 544)

مکہ شریف میں مذاہب اربعہ کے چاروں مفتیوں کا فتویٰ

فتوی کا ماحاصل یہ ہے کہ "یہ شخص جاہل اور مضل ہے بلکہ وہ ابلیس لعین کا خلیفہ ہے کہ مسلمانوں کے اغواء کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کا فتنہ یہود و نصاریٰ کے فتنے سے بھی بڑھ کر ہے۔ خدا اس کو سمجھے واجب ہے اولوالامر پر اس شخص سے انتقام لینا اس کو تنبیہ کرنی چاہیے اور اگر جاہل ہو تو سمجھانا چاہیے پھر اگر باز آئے تو بہتر ہے ورنہ ضرب و حبس سے اس کی تادیب کرنی چاہیے۔ اگر وُلاۃ اسلام میں کوئی صاحب غیرت ہو نہیں تو خدا اس کو سمجھے اور اس کی ضلالتوں اور رسوائیوں کی سزا دے گا۔ (حیات جاوید صفحہ 525)

مدینہ شریف کے شیخ محمد امین بابی مفتی احناف کا فتویٰ

جو کچھ در مختار اور اس کے حواشی سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کا ماحاصل یہ ہے کہ یہ شخص یا تو ملحد ہے یا شرع سے کفر کی کسی جانب مائل ہو گیا ہے یا زندیق ہے کہ کوئی دین نہیں رکھتا یا اباحتی ہے کیونکہ منخنقہ کا کھانا مباح بتلاتا ہے اور اہل مذہب (حنفی) کے بیانات سے مفہوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کی توبہ گرفتاری کے بعد قبول نہیں ہوتی۔ پس اگر اس شخص نے گرفتاری سے پہلے توبہ کر لی اور ان گمراہیوں سے رجوع کی اور توبہ کی علامتیں اس سے ظاہر ہو گئیں تو

قتل نہ کیا جائے ورنہ اس کا قتل واجب ہے دین کی حفاظت کے لئے اور ولاۃ امر پر واجب ہے کہ ایسا کریں۔ (حیات جاوید صفحہ 526)

مولانا احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ

سوال میں پوچھا گیا کہ سر سید "سید" تھا۔ کہتے ہیں: "وہ تو ایک خبیث مرتد تھا۔ حدیث میں ارشاد فرمایا:

لا تقول للمنافق سيدا فانه ان يكن سيد كم فقد اسخطكم ربكم

"منافق کو سید نہ کہو اگر وہ تمہارا سید ہو تو یقیناً تم نے اپنے رب عزوجل کو غضب دلایا"۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوم، صفحہ 353، مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب، کراچی)

اپنے رسالہ امور عشرین در امتیاز عقائد سنیین امر اول لکھتے ہیں کہ "سر سید احمد خان علی گڑھی اور اس کے متبعین سب کفار ہیں"۔ (فتاویٰ رضویہ جلد 29 صفحہ 615)

اقبال کا نزولِ عیسیٰ علیہ السلام سے انکار (قادیانیوں والا عقیدہ)

ڈاکٹر سعید اللہ ایم اے، پی ایچ ڈی لکھتا ہے:

میں نے علامہ اقبال سے کہا مسلمان عام طور پر مسیح کی آمد ثانی کے منتظر ہیں، ڈاکٹر صاحب نے فرمایا، میں اس کا قائل نہیں۔ میں نے اپنے اشعار میں اس عقیدہ کا اظہار بھی کیا ہے۔۔۔۔۔۔۔ کچھ دیر خاموش رہے اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔ میرے والد صاحب کی دکان پر ابن عربی کی فصوص الحکم باقاعدہ پڑھی جایا کرتی تھی۔ مولوی عبد الکریم صاحب قادیانی، کہ ان کی آواز بلند تھی، یہ خدمت سرانجام دیا کرتے تھے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی اس صحبت میں شریک ہوا کرتے تھے۔

(ملفوظات اقبال صفحہ 142-143، اقبال اکادمی، مطبوعہ 1977،
اقبال اکیڈمی لائبریری ACC No. 39930)

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں؛

والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر۔

(صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 490، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، پاکستان، باب نزول عیسٰی بن مریم)

اور اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے قریب ہے کہ عیسٰی بن مریم تم میں نازل ہوں گے، حاکم عادل ہو کر پھر وہ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔

اقبال صاحب کہتے ہیں، میں اس کا قائل نہیں۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زندہ اٹھائے جانے کا انکار

ڈاکٹر سعید اللہ ایم اے، پی ایچ ڈی لکھتا ہے؛

12 اپریل 1935ء کی ملاقات میں حضرت مسیح علیہ السلام کی معجزانہ ولادت اور رفع سماوی (آسمان پر اٹھایا جانا) کا ذکر ہوا تو (اقبال نے) فرمایا یہ دو چیزیں نو مسلم عیسائیوں کی بدولت اسلامی عقائد میں داخل ہوئیں۔ (ملفوظات اقبال صفحہ 70)

اقبال لکھتا ہے؛

میرے نزدیک مہدی، مسیحیت اور مجددیت کے متعلق جو احادیث ہیں وہ ایرانی اور عجمی تخیلات کا نتیجہ ہیں۔ عربی تخیلات اور قرآن کی صحیح سپرٹ (spirrit) سے ان کو کوئی سروکار نہیں۔ (اقبال نامہ صفحہ 533)

مزید لکھتا ہے؛

طاقت کی تجسیم مہدی کے لیے انتظار چھوڑ دو، جاؤ اور اس کی خود تخلیق کرو۔

(منتشر خیالات اقبال صفحہ 91 مرتب جاوید اقبال بک کارنر جہلم پاکستان)

مزید لکھتا ہے؛

ابن مریم مر گیا یا زندہ جاوید ہے ۔۔۔ ہیں صفات ذات حق، حق سے جدا یا عین ذات؟

آنے والے سے مسیح ناصری مقصود ہے ۔۔۔ یا مجدد جس میں ہوں فرزند مریم کے صفات؟

ہیں کلام اللہ کے الفاظ حادث یا قدیم ۔۔۔ امت مرحوم کی ہے کس عقیدے میں نجات؟

کیا مسلماں کے لیے کافی نہیں اس دور میں ۔۔۔ یہ الٰہیات کے ترشے ہوئے لات و منات؟

(کلیات اقبال صفحہ 670-671)

(شرح کلیات اقبال صفحہ 1044)

محمد حسین عرشی اقبال کا مسلک اس طرح بیان کرتے ہیں

14 اپریل 1935ء حاضر خدمت ہوا، میرے ساتھ حکیم طالب علی تھے۔ حکیم طالب علی کے سوال پر مسیح کی معجزات سے بھری ہوئی زندگی ولادت وفات کے متعلق فرمایا کہ نو مسلم عیسائیوں نے اپنے غیر معقول اور خرافیاتی عقائد مسلمانوں میں شائع کر دیئے۔ سادہ لوح مسلمانوں نے ان کو اجزائے اسلام سمجھ کر سر آنکھوں پر اٹھایا۔ (ملفوظات اقبال صفحہ 72)

یہی عقیدہ مرزا قادیانی بیان کرتا ہے۔ لکھتا ہے؛

میرے دعویٰ کی جڑ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہے۔ (لیکچر سیالکوٹ صفحہ 67)

امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ اپنی کتاب فقہ اکبر میں فرماتے ہیں؛

نزول عیسیٰ علیہ السلام من السمآء حق کائن

عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آسمانوں میں ہونا برحق ہے۔

(فقہ اکبر صفحہ 54 مطبوعہ گوجرانوالہ)

نبی کریم ﷺ کا بروزی ظہور اقبال کا عقیدہ

اقبال لکھتا ہے؛

حال کے ہیئت دان کہتے ہیں کہ بعض سیاروں میں انسان یا انسانوں سے اعلیٰ تر مخلوق کی آبادی ممکن ہے۔ اگر ایسا ہو تو رحمۃ اللعالمین کا ظہور وہاں بھی ضروری ہے اس صورت میں کم از کم محمدیت کے لیے ۔۔۔۔۔۔۔ بروز لازم آتا ہے۔ (مکاتیب اقبال حصہ اول صفحہ 117)

اقبال لکھتا ہے؛

کاش کہ مولانا نظامی کی دعا اس زمانے میں مقبول ہو اور رسول اللہ ﷺ پھر تشریف لائیں اور ہندی مسلمانوں پر اپنا دین بے نقاب کریں۔ (اقبال نامہ صفحہ 41)

اقبال اپنے والد کے نام خط میں لکھتا ہے؛

تاریکی کا انجام سفید ہے۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ جلد اپنا فضل کرے اور بنی نوع انسان کو پھر ایک دفعہ نور محمدی عطا کرے۔ بغیر کسی بڑی شخصیت کے اس بدنصیب دنیا کی نجات نظر نہیں آتی۔ (مظلوم اقبال صفحہ 293)

مسئلہ جہاد میں مرزا قادیانی اور اقبال کا موقف ایک ہے

اقبال لکھتا ہے؛

جوع الارض کی تسکین کے لیے جنگ کرنا دین اسلام میں حرام ہے۔ علی ھذا القیاس۔ دین کی اشاعت کے لیے تلوار اٹھانا بھی حرام ہے۔ (اقبال نامہ صفحہ 194)

مزید لکھتا ہے۔

قرآن کی تعلیم کی رو سے جہاد یا جنگ کی صرف دو صورتیں ہیں۔ محافظانہ اور مصلحانہ۔

پہلی صورت میں یعنی اس صورت میں جبکہ مسلمانوں پر ظلم کیا جائے اور ان کو گھروں سے نکالا جائے۔ مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کی اجازت ہے۔ (نہ حکم) دوسری صورت جس میں جہاد کا حکم ہے 9:49 میں بیان ہوئی۔

جنگ کی مذکورہ بالا دو صورتوں کے سوائے میں کسی اور جنگ کی نہیں جانتا۔

(اقبال نامہ صفحہ 193-194)

مرزا قادیانی لکھتا ہے؛

اسلامی جنگوں میں اول سے آخر تک دفاعی رنگ مقصود ہے۔

(روحانی خزائن جلد نمبر 2 صفحہ 101)

مرزا لکھتا ہے؛

اس زمانہ میں جنگ اور جہاد سے دین اسلام کو پھیلانا ہمارا عقیدہ نہیں۔

(روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 307)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

حتی لا تکون فتنة ویکون الدین کله للہ (39/8) یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کے لیے ہو جائے۔

اب کتاب وسنت کی روشنی میں فقہاامت کا بیان کردہ حکم شرعی دربارہ جہاد ملاحظہ فرمائیں؛

الجهاد فرض كفاية ابتداء — جہاد کی پہل کرنا فرض کفایہ ہے۔

(کنزالدقائق کتاب السیر والجہاد، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی صفحہ 183)

قتال الكفار واجب وان لم يبدؤا للعمومات — کافروں سے لڑنا واجب ہے اگرچہ وہ پہل نہ کریں کے احکام عام ہیں۔

(الہدایہ کتاب السیر، المکتبۃ العربیہ کراچی جلد 2 صفحہ 239)

صریح فی قوله ﷺ فی الصحیحین وغیرهما امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا اله الا الله الحدیث یوجب ان نبداهم بادنی تامل

صحیحین وغیرہ میں نبی کریم ﷺ کا صاف ارشاد مجھے حکم ہوا کہ لوگوں سے قتال فرمائیں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں واجب فرماتا ہے کہ ہم ان سے قتال کی پہل کریں۔

(فتح القدیر کتاب السیر جلد 5 صفحہ 193)

قارئین اوراق مذکورہ بالا تمام نظریات جو اقبال کے مذہبی خیالات کے عنوان کے تحت مذکور ہوئے، پڑھنے کے بعد اب اقبال کو کس مکتبہ فکر سے جوڑا جائے، یہ فیصلہ قارئین خود کریں گے۔ اگرچہ اقبال کی عوامی پذیرائی کو دیکھتے ہوئے لوگ اقبال کو کوئی کسی مکتبہ فکر سے جوڑتا ہے اور کوئی کسی سے جبکہ حقیقت اس کی برعکس ہے۔

اقبال کا خوشامدیں اور چاپلوسیاں کرنا

اقبال چونکہ ایک شاعر تھا۔ بہت سارے شاعر فن شاعری کو نوابوں اور رئیسوں سے انعام وصول کرنے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ یہی کام اقبال نے بھی کیا ہے؛

نواب آف بہاولپور کی تعریف میں اشعار

بزم انجم میں ہے گو چھوٹا سا اک اختر زمین
آج رفعت میں ثریا سے بھی ہے اوپر زمین
چاہیئے پہرا دماغ عاقبت اندیش کا
بے دری میں ہے مثال گنبدِ خضرا زمین
لامکاں تک کیوں نہ جائے گی دعاءِ اقبال
عرش تک پہنچی ہے جس کے شعر کی اڑ کر زمین

(سرود رفتہ صفحہ 173-175)

ہندو راجہ کشن پرشاد (نواب آف حیدر آباد) کی تعریف میں

جس کے ذرے مہر عالم تاب کو سامانِ نور
جس کی طور افروزیوں پر دیدہ موسیٰ نثار (نعوذ باللہ)
خطہ جنت فضا جس کی ہے دامن گیر دل
عظمت دیرینہ ہندوستان کی یادگار
نور کے ذروں سے قدرت نے بنائی یہ زمین
آئنہ ٹپکے دکن کی خاک اگر پائے فشار
آستانے پر وزارت کے ہوا میرا گزر
بڑھ گیا جس سے میرا ملک سخن میں اعتبار
اس قدر حق نے بنایا اس کو عالی مرتبت
آسماں اس آستانے کی ہے اک موجِ غبار
ہے یہاں شانِ امارت پردہ دارِ شانِ فقر
خرقہ درویشی کا ہے زیر قبائے زر نگار
خاکساری جوہر آئینہ عظمت بنی
دست وقفِ کار فرمائی و دل مصروفِ یار

(سرود رفتہ صفحہ 170-171)

لفٹننٹ گورنر نیز ولیم بل سررشتہ تعلیمات کی تعریف میں

انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں ولیم بل کی آمد پر اقبال نے یہ اشعار لکھے؛

ہوئے ہیں رونق محفل جناب ولیم بل

ضیاء مہر کی صورت ہے جن کی ہر تدبیر

یہ علم و فضل کی آنکھوں کا نور ہیں واللہ

انہیں کی ذات سے حاصل ہے مہر کو تنویر

خدا انہیں بھی زمانے میں شادکام رکھے

یہ وہ ہیں دہر میں جن کا نہیں عدیل و نظیر

قمر کے گرد ستارے ہیں ہم عناں کیا ہیں

ہے جس طرح کا شہنشاہ اسی طرح کے وزیر

خوشا نصیب کہ یہ ہمراہ حضور آئے

ہماری بزم کی یک بار بڑھ گئی توقیر

بڑھے جہاں میں اقبال ان مشیروں کا

کہ ان کی ذات سراپا ہے عدل کی تصویر

(سرودرفتہ صفحہ 177)

نواب آف بھوپال کا وظیفہ اور اقبال

سرراس مسعود سرسید احمد خان کے پوتے کی کاوشوں سے نواب بھوپال نے اقبال کے لیے پانچ سو روپے ماہوار تاحیات وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔ (زندہ رود صفحہ 609)

اقبال اپنے خط بنام سرراس مسعود میں لکھتا ہے۔18 ستمبر 1935:

اعلیحضرت نواب صاحب بھوپال کی پنشن قبول کرنے کے بعد کسی اور طرف بھی نگاہ

کرنا آئین جوانمردی نہیں ہے۔ لیکن میں آپ کو اپنا دوست خیال کرتا ہوں۔ اس واسطے جو کچھ آپ لکھتے ہیں اس پر عمل کرتا ہوں اخباروں میں اس کا چرچہ مناسب نہیں معلوم ہوتا اور اس کی ادائیگی بھی معرفت اعلیٰ حضرت ہی ہونی چاہیے جیسا کہ آپ نے مجھ سے زبانی کہا تھا زیادہ کیا عرض کروں۔ (اقبال نامہ صفحہ 277)

اقبال اور سر آغا خان شیعہ کا وظیفہ

اقبال سرراس مسعود کو لکھتا ہے۔ 11 ستمبر 1935

اب اس تجویز کا ڈراپ کرنا قرین مصلحت نہیں ہے تو پھر میں ایک اور تجویز پیش کرتا ہوں اور وہ یہ کہ ہزہائی نس آغا خان یہ پنشن جاوید کو عطا کر دیں۔ اس وقت تک کہ اس کا زمانہ تعلیم ختم ہو جائے یا جس وقت تک ہزہائینس مناسب تصور کریں۔ بعض پرائیویٹ وجوہ کی بنا پر جن کا کچھ نہ کچھ حال آپ کو معلوم بھی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کی تعلیم کی طرف سے بکلی اطمینان ہو جائے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ہزہائنس آغا خان میری اس تجویز کی نسبت کیا خیال کریں گے۔ (اقبال نامہ صفحہ 282)

آغا خانی اسماعیلی شیعہ اقبال کی نظر میں مسلمان ہیں

سر آغا خان سے جاوید اقبال کی تعلیم کی تکمیل کے لیے پنشن والی تجویز کا خط 11 دسمبر 1935ء کا ہے اسی دور میں اقبال نے آغا خان یا اسماعیلیوں کے عقائد کا تحفظ کرتے ہوئے پنڈت نہرو کو لکھا:

اسماعیلی اسلام کے بنیادی اصولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ قادیانی اور اسماعیلی ایک ہی زمرے میں شامل نہیں کیے جا سکتے۔ میرے لیے اس امر کا معلوم کرنا دشوار ہے کہ آپ نے سر آغا خان (کے عقائد پر) کیوں حملہ کیا۔ (اقبال کا مضمون 22 جنوری 1936)

اقبال اور قادیانیت

اقبال اور خاندانِ اقبال کا قادیانیت سے بہت گہرا تعلق رہا۔ اس سے پہلے کہ میں اقبال کے مرزائیت و قادیانیت نوازی پر حوالہ جات پیش کروں یہ واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اقبال نے اپنی زندگی کے آخری تین سالوں یعنی 1935ء سے لیکر 1938ء تک قادیانیت کی کھل کر مخالفت بھی کر رکھی ہے۔ امت مرزائیہ کے دو بڑے گروہ ہیں۔

(1) قادیانی گروپ (2) جماعت احمدیہ لاہور

اقبال تقریباً1900 سے لیکر 1935 تک مرزا غلام احمد قادیانی اور مرزائیوں کے حق میں بیان دیتے رہے اور ان کی تعریفیں کرتے رہے۔ 1935ء میں اقبال نے مرزائیوں کے خلاف بیان دینے شروع کر دیئے۔ مرزائیت کی حمایت و مخالفت کی تفصیل بیان کرنے سے پہلے مرزا قادیانی کے دعوی کو بیان کرنا ضروری سمجھوں گا تاکہ حقیقت مزید واضح ہو جائے۔

1891ء میں مسیح ہونے کا دعوی	فتح اسلام حاشیہ صفحہ 15 حاشیہ صفحہ 17
1891ء میں ہی محدث یعنی جزوی اور ناقص نبی ہونے کا دعوی	توضیح مرام 18-19
1897ء میں مجازی نبوت کا دعوی	سراج منیر صفحہ 3
1900ء میں لغوی معنی میں نبوت کا دعوی	توفیصل صفحہ 5
1901ء میں نبوت ورسالت کا دعوی	دافع بلا صفحہ 11

قارئین کرام مرزا قادیانی نے 1901ء تک کھلے بندوں اپنے نبی ورسول ہونے کا دعوی کر دیا تھا اور اب تک اس نے بیسیوں گستاخیاں خدا اور بندگانِ خدا کی شان میں بک دی تھیں اور مرزا قادیانی کے کفریات حشرات الارض کی طرح اس کی کتابوں میں بھرے پڑے تھے۔

تمام مکاتب فکر کے علماء مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر و مرتد قرار دے چکے تھے۔

1908 میں مرزا قادیانی واصل جہنم ہوا اور اپنے پیچھے اپنے ان کفریات کی تبلیغ کرنے کے لیے ایک ٹیم کو چھوڑ گیا جو بعد میں مرزا کے کفریات کی تبلیغ کرتی رہی۔

اقبال سمیت اقبال کا خاندان مرزا قادیانی کا بہت زیادہ عقیدت مند تھا۔

1۔ اقبال کے والد شیخ نور محمد مرزا غلام احمد قادیانی کے مخلص مریدوں میں سے تھے۔

(مظلوم اقبال صفحہ 185 مصنف اقبال کا بھتیجا شیخ اعجاز احمد)

2۔ شارح کلام اقبال پروفیسر یوسف سلیم چشتی جو کہ اقبال کے معتمد علیہ تھے بیان کرتے ہیں؛

اقبال 1911ء تک کٹر مرزائی اور مرزا صاحب کے مخلص متبع تھے کیونکہ اس وقت تک اقبال کو ٹھیٹھ اسلام کا نمونہ صرف قادیان دارالایمان ہی نظر آتا تھا۔۔۔۔۔۔

1935ء میں اقبال نے احمدیت سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ (شرح جاوید نامہ صفحہ 228)

اقبال کے والد شیخ نور محمد مرزا قادیانی کے مرید ہوئے

ڈاکٹر اقبال کا بھتیجا شیخ اعجاز احمد لکھتا ہے؛

میں نے خاندان کی بزرگ خواتین یونی بے جی (علامہ اقبال کی والدہ صاحبہ) بھابھی جی (میری والدہ صاحبہ) اور دونوں پھوپھیوں خصوصاً پھوپھی کریم بی سے سنا ہوا ہے کہ انیسویں صدی کے آخری دہائی میں سلسلہ احمدیہ کے ساتھ ہمارے خاندان کے گہرے تعلقات تھے۔ ابا جان تو سلسلہ میں شامل ہونے والے ابتدائی حضرات میں سے تھے اور میاں جی (علامہ کے والد) بھی جماعت میں شامل ہو گئے تھے۔ میاں جی کے بانی سلسلہ کے

پہلے جانشین حضرت مولٰنا حکیم نورالدین (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) کے ساتھ دوستانہ مراسم تھے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ جب ان کی اہلیہ محترمہ بھی ان کے ساتھ سیالکوٹ تشریف لائیں تو وہ ہمارے گھر بے جی کے پاس ٹھہریں۔ حضرت مولٰنا حکیم نورالدین نے بے جی کے درد گردہ کا کامیاب علاج بھی کیا تھا۔ 1902ء میں جب ہماری منجھلی پھوپھی طالع بی کا انتقال ہوا تو سیالکوٹ کے احمدیہ حضرات ان کے جنازہ میں شامل نہ ہوئے۔ اس پر "میاں جی" نے حضرت میر حامد شاہ جو مولانا میر حسن (استاذ اقبال) کے رشتہ دار اور سیالکوٹ کے احمدیوں کے سرکردہ بزرگ تھے کی زبانی حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو پیغام بھیجا کہ، "میں عمر رسیدہ ہوں آپ کے ساتھ اس قدر تیز نہیں چل سکتا"۔ برادری میں ان کے وسیع تعلقات تھے انہوں نے محسوس کیا ہوگا کہ وہ غیر احمدیوں کا جنازہ نہ پڑھنے والے قاعدے کی پابندی نہ کر سکیں گے۔ ان کے متعلق صرف یہی کہنا کہ وہ احمدی نہ تھے نامکمل بات ہوگی۔ ہاں یہ کہنا درست ہوگا کہ وہ ابتداء میں جماعت میں شامل ہو گئے لیکن 1902ء میں جماعت سے الگ ہو گئے۔

(مظلوم اقبال صفحہ 185)

اقبال کی والدہ کی مرزا سے عقیدت

شیخ اعجاز احمد لکھتا ہے؛

پھر یہ بھی ہمارے خاندان کی حضرت بانی سلسلہ احمدیہ سے عقیدت کا ہی اثر تھا کہ بے جی جنہیں ابا جان کے ہاں اولاد نرینہ کی بڑی خواہش تھی، نے ابا جان سے حضرت کو دعا کے لیے خط لکھوایا کہ اللہ تعالیٰ انہیں اولاد نرینہ عطا کرے اور جب 1899 کے شروع میں راقم الحروف (شیخ اعجاز احمد) پیدا ہوا تو چچا جان (علامہ اقبال) نے نومولد کا نام اعجاز احمد رکھا۔

(مظلوم اقبال صفحہ 185)

اقبال کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد کی مرزا سے بیعت

عبدالمجید سالک اقبال کے معتمد علی لکھتے ہیں؛

شیخ عطا محمد نے بیاسی سال کی عمر پائی 1940ء میں انتقال فرمایا۔ شیخ صاحب احمدی عقائد رکھتے تھے۔ (ذکر اقبال صفحہ 109)

شیخ اعجاز احمد لکھتا ہے؛

اس روایت (کہ ابا جان نے بعد ازاں احمدیت کو ترک کر کے جماعت سے رشتہ توڑ دیا) کے روای کوئی بھی ہوں اور یہ روایت بیان کرنے کی وجہ ان کی واقعات سے لاعلمی یا ان کی معاشرتی مجبوریاں یا مصلحتیں کچھ بھی ہوں یہ روایت درست نہیں اور دستاویزی کے خلاف ہے۔ ابا جان جماعت احمدیہ میں ابتدائی داخل ہونے والوں میں تھے۔ وہ ان 313 دوستوں میں سے ہیں جن کے نام بانی سلسلہ نے ضمیمہ انجام آتھم میں درج کئے ہیں۔ ان کے کیش بکس سے حضور کا دستخطی 21 دسمبر 1907ء کا مکتوب بھی حفاظت سے رکھا ہوا ملا اور حضور کی شبیہ مبارک (مرزا کی) تو وفات تک ان کے کمرے کی زینت رہی۔

مزید لکھتا ہے؛

میرے پاس میرے والد کا 1929ء کا خط موجود ہے جس میں لکھا ہے کہ میں خود بھی تو مرزائی ہوں لیکن مجھ میں اور ان میں صرف جنازہ کا فرق ہے۔

شیخ اعجاز لکھتا ہے۔

میرے عزیزوں میں سے جو چاہے یہ خط دیکھ سکتا ہے۔

اقبال کے بھائی شیخ عطاء محمد کا جنازہ

اقبال کا بھتیجا شیخ اعجاز قادیانی لکھتا ہے؛

یہ درست ہے کہ اباجان کے جنازہ کے ساتھ ہماری برادری کے کئی اشخاص اور اباجان کے کئی ذاتی دوست تھے۔ جاوید کا اسی وقت لڑکپن تھا اس لیے انہوں نے یہ بات نوٹ نہ کی ہو یا انہیں یاد نہ رہی ہو کہ میرے چھوٹے بھائی امتیاز مرحوم نے مجھے کہا کہ یہ لوگ اباجان کا جنازہ پڑھنا چاہتے ہیں لیکن اپنے امام کے پیچھے کیا اس میں آپ کو کوئی اعتراض ہے۔ میرے نزدیک یہ کوئی قابل اعتراض بات نہ تھی اور میں نے بہ خوشی اجازت دے دی بلکہ کہا کہ وہ لوگ پہلا جنازہ پڑھ لیں بعد میں ہم پڑھ لیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہاں یہ غلط فہمی بھی دور کر دوں کہ احمدیوں میں جنازہ کسی کے گزشتہ یا مفروضہ عقیدے کے پیش نظر نہیں پڑھا جاتا۔ (مظلوم اقبال صفحہ 189)

یہاں میں اقبال کے مرزا قادیانی کی بیعت کرنے کے اختلافی مسئلے کو نہیں چھیڑوں گا بلکہ صرف انہی حوالہ جات پر اکتفا کروں گا جن میں مرزا اور مرزائیت کے متعلق اقبال کا حسن عقیدت نظر آتا ہے۔

اقبال اور قادیانیوں کی تعریفیں

1900ء میں اقبال نے انگریزی مقالہ بعنوان نظرہ مطلق توحید پیش کردہ شیخ عبدالکریم الجیلی تحریر کیا۔ جو بمبئی کے رسالہ انڈین اینٹی کیوری میں شائع ہوا اس مقالے میں مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق لکھا؛

مرزا غلام احمد قادیانی موجودہ دور کے ہندی مسلمانوں میں غالباً سب سے عظیم دینی مفکر ہیں۔

(اقبال کی تقریریں، تحریریں اور بیانات صفحہ 73، مرتبہ لطیف احمد شیروانی)

(زندہ رود صفحہ 630)

(خدا فلسفیوں کی نظر میں، مولف ڈاکٹر وحید عشرت صفحہ 294 سے 308 تک اقبال کا مکمل مقالہ موجود ہے، مطبوعہ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، محولہ عبارت صفحہ 297 پر ہے)

1910ء میں اقبال نے ایک مقالہ "مسلم کمیونٹی" کے عنوان سے لکھا جس کا اردو ترجمہ مولوی ظفر علی خان نے ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر کے عنوان کے تحت کیا۔ اقبال نے اس مقالے میں لکھا؛

پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں۔ (ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر صفحہ 21، بزم اقبال 2 کلب روڈ لاہور، مطبوعہ اشاعت اول 1994) (زندہ رود صفحہ 630)

1911ء میں اقبال نے اپنے بیٹے آفتاب کو قادیان کے مدرسہ تعلیم الاسلام میں پڑھنے کے لیے داخل کروایا۔

1913ء میں اقبال کو طلاق کے مسئلہ میں شرعی راہنمائی کی ضرورت پیش آئی۔ مسئلہ دریافت کرنے کے لیے کسی مسلمان عالم کی بجائے اقبال نے مسئلہ پوچھنے کے لیے مرزا جلال الدین کو قادیان مرزا کے خلیفہ اول نورالدین بھیروی کے پاس بھیجا اور مسئلہ پوچھ کر اس پر عمل کیا۔

(ذکر اقبال صفحہ 75 مطبوعہ بک کارنر جہلم)

(روایات اقبال صفحہ 126 مرتب ڈاکٹر عبداللہ چغتائی، مطبوعہ اقبال اکادمی طبع اول 1977)

7 اپریل 1932ء کو اقبال نے چوہدری محمد احسن کے نام اپنی خط میں لکھا؛

باقی رہی احمدیت سو میرے نزدیک لاہور کی جماعت میں بہت سے ایسے افراد ہیں جن کو میں غیرت مند مسلمان جانتا ہوں۔ اور ان کی اشاعت اسلام کی مساعی میں ان کا ہمدرد ہوں۔ (اقبال نامہ مجموعہ مکاتیب اقبال صفحہ 533-534، اقبال اکادمی لاہور)

چوہدری ظفر اللہ خان قادیانی(پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ) مصنف تحدیث نعمت ایک عرصہ تک مسلم لیگ کا صدر رہا، اقبال نے کبھی کوئی اختلاف یا احتجاج نہیں کیا۔

اس کے علاوہ متعدد قادیانیوں خصوصاً لاہور گروپ کے امیر مولوی محمد علی ایم اے مصنف بیان القرآن و فضل الباری شارح صحیح بخاری کے ساتھ تو اقبال کے اچھے دوستانہ تعلقات تھے۔

1935ء میں اقبال نے قادیانیوں کی مخالفت شروع کردی۔ کیا قادیانیوں کے کفریات اقبال کے سامنے اب آئے تھے؟ اقبال کے قادیانیوں کی مخالفت کرنے کی وجہ اگر دینداری ہوتی تو بات سمجھ میں آتی تھی۔ لیکن حقائق بتاتے ہیں کہ بات جب تک حمایت دین کی حد تک تھی اس وقت تو اقبال مرزائیوں کی حمایت کرتے رہے اور جب بات منصب اور ذات کی آئی تو اقبال صاحب کو مرزائیوں کے کفریات نظر آنے شروع ہو گئے۔ وگرنہ 1900ء سے 1935ء تک تو اقبال نے قادیانیوں کی بھرپور حمائت جاری رکھی اس بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ تمام علماء کرام نے مرزا پر کفر کے فتاوی جات صادر کیے۔

مخالفت کی وجہ کیا بنی؟

1932ء میں سر فضل حسین (وائسرائے ہند کی کونسل کے رکن) چار ماہ کی رخصت پر گیا۔ اس کی جگہ اقبال کے تقرر کا ذکر اخبارات میں آیا۔ لیکن وزیر ہند نے چوہدری ظفر اللہ خان قادیانی کو مقرر کردیا۔

سر فضل حسین کی تقرری کی معیاد اپریل 1935ء میں ختم ہونے والی تھی۔ چونکہ چوہدری ظفر اللہ خان قادیانی فضل حسین کی جگہ عارضی طور پر چار ماہ کام کرچکا تھا اسلیے اس کا

نام بھی مستقل تقرری کے لیے لیا جارہا تھا۔

ادھر سے احراریوں اور روزنامہ زمیندار نے تحریک شروع کردی۔ روزنامہ زمیندار نے نائب السلطنت کشورِ ہند کو کھلا خط لکھ دیا کہ ظفر اللہ خاں قادیانی ہے اور قادیانی اسلام کا کوئی فرقہ نہیں ہے۔ لہذا سر فضل حسین کی جگہ پر کسی جلیل القدر مسلمان کو یہ منصب دیا جائے۔ اس ضمن میں اقبال کا نام بھی لیا جارہا تھا۔ لیکن ہوا یہ کہ اکتوبر 1934ء میں چوہدری ظفر اللہ خان قادیانی کے تقرر کا اعلان ہوگیا۔ اور مئی 1935ء میں اس نے چارج سنبھال لیا۔ بس پھر کیا تھا اقبال صاحب غصہ سے آگ بگولہ ہوگئے اور قادیانیوں کی مخالفت شروع۔۔۔۔۔۔

مخالفت کی دوسری وجہ کشمیر کمیٹی کی صدارت بنی، آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا صدر مرزا قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر الدین محمود مقرر ہوا اور سیکرٹری عبدالرحیم درد۔ دونوں اہم عہدے قادیانیوں کو سونپے گئے۔ اقبال صاحب کسی بھی بڑے عہدے سے محروم رہے۔۔۔۔۔۔

اللہ تعالی قادیانیوں اور قادیانی نوازوں کو ان کے انجام تک پہنچائے۔

جب ذاتی اور گھر کی بات آئی تو اقبال نے قادیانی کو صالح آدمی قرار دیا۔

شیخ اعجاز احمد قادیانی کو صالح آدمی کہا

10 جون 1937ء کو جب کہ اقبال قادیانیوں کے خلاف اپنے بیانات دے چکا تھا۔ اپنے نابالغ بچوں کے ولی مقرر ہے تیسرے نمبر پر اپنے بھتیجے شیخ اعجاز احمد قادیانی کو ولی مقرر کیا اور لکھا:

نمبر 3 شیخ اعجاز احمد میرا بھتیجا نہایت صالح آدمی ہے۔ (اقبال نامہ مجموعہ مکاتیب اقبال صفحہ 289)

اقبال مشاہیر کی نظر میں

(راقم الحروف کی مندرجہ ذیل آرا کے ساتھ کلیۃً موافقت ضروری نہیں)

1۔ **مشہور ادیب اور ڈرامہ نگار اشفاق احمد کا بیان**

آئن سٹائن اور دوسرے بڑے لوگوں کی طرح اقبال کی شخصیت میں تضاد ہے۔ایک دن کا اقبال ہے اور ایک رات کا۔۔۔۔۔۔۔۔رات کا اقبال ایسے شعر کہتا ہے جو ملاں بھی نہیں کہہ سکتا لیکن جب وہی اقبال صبح اٹھتا ہے تو اسے شرم آتی ہے۔اصل بات یہ ہے کہ اقبال کی اہمیت صرف شاعری کی وجہ سے ہے۔

(روزنامہ جنگ 22 نومبر 1991ء)

2۔ نقوش اقبال صفحہ 39-40 دیباچہ ابوالحسن ندوی تیسرا ایڈیشن 1973ء پر لکھا ہے؛

اقبال کی نادر شخصیت میں بعض ایسے کمزور پہلو ہیں جو ان کے علم و فن اور پیغام کی عظمت سے میل نہیں کھاتے۔ ماقبال کو کوئی دینی پیشوا اور امام مجتہد نہیں سمجھتا۔۔۔۔۔۔میں سمجھتا ہوں کہ حکیم سنائی عطار۔عارف رومی آداب شریعت اور لحاظ اور ظاہر و باطن کی یک رنگی اور دعوت و عمل کی ہم آہنگی میں اقبال سے بہت آگے ہیں۔

سلمان ندوی نے اس تمنا کا اظہار کیا ہے کہ مدارس کے لیکچر نہ شائع ہوتے تو اچھا تھا۔

(نقوش اقبال صفحہ 39-40)

سابق صدر آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم کا بیان

عشق کے باوجود اقبال ظاہری طور پر سنت رسول اللہ ﷺ پر نہیں تھے۔سنت رسول اللہ

ﷺ کے پابند نہیں تھے۔۔۔۔۔۔۔ظاہری سنت کی پیروی نہ کرنا۔۔۔۔۔نماز باقاعدگی سے نہ پڑھنا۔۔۔۔اور جو دوسرے لوازمات ہیں ان پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر کے کلمات میں ہدایت کا اثر ہی سلب کر دیا۔وہ شعر جن کو ہم رسول اللہ ﷺ کی حمایت میں بیان کرتے ہیں ان سے تو لوگوں کی بات سمجھ میں آتی ہے لیکن مجرد کر کے جو ڈاکٹر کا کلام پڑھے گا وہی گمراہ ہوگا۔آپ تلاش کر کے دیکھ لیں جہاں مرضی جا کے دیکھ لیں میں نے ڈاکٹر کے دوستوں کو رفیقوں کو اس کی مجلس میں بیٹھنے والوں کو دیکھا ہے کہ وہ گمراہی کی باتیں کرتے ہیں۔روزے نہیں رکھتے۔کہتے ہیں ڈاکٹر روزہ نہیں رکھتا تھا۔یہ بھی کہتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔جی ڈاکٹر نماز شماز نہیں پڑھتا تھا۔ (روزنامہ جنگ 2 جنوری 1988)

سردار عبدالقیوم کا ایک اور بیان

ان (اقبال) کو دین رسول اللہ ﷺ میں کسی صورت کوئی سند کی حیثیت حاصل ہے نہ اس کی بے مقصد کوشش کرنی چاہیے۔اس سے ان کا مرتبہ بڑھانے کی بجائے دراصل گھٹایا جا رہا ہے۔جس طرح کسی سپاہی سے کہا جائے کہ آیئے! جناب جرنیل صاحب! تو یہ اس کی عزت نہیں ہے بلکہ محض بے عزتی ہے۔ (روزنامہ جنگ لاہور 10 مارچ 1988)

اقبال علماء دیوبند کی نظر میں

مولوی نجم الدین اصلاحی دیوبندی لکھتا ہے؛

ہم ڈاکٹر صاحب مرحوم کو ایک شاعر اور فلسفی سے زیادہ حیثیت دینے کو شرعی جرم سمجھتے ہیں۔کیونکہ ہم نے ان کے کلام کو بغور پڑھا ہے۔اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ مرحوم کے جہاں سینکڑوں اور ہزاروں اشعار مفید ہیں، وہیں ان کے کتنے اشعار ایسے ہیں جن

میں کھلے بندوں اسلام اور اسلامی فلسفہ پر ان کی زد پڑتی ہے۔۔۔۔۔۔پاکستان میں قانون سازی کا اصول فکر اقبال کی روشنی میں تو ہو سکتا ہے کیونکہ پاکستان جس اسلام کے نام پر بنا ہے وہ مرحوم ہی کے فلسفے کا دوسرا نام ہے۔

(مکتوبات شیخ الاسلام (حسین احمد مدنی) صفحہ 141، مطبوعہ مکتبہ دینیہ دیوبند ضلع سہارنپور جون 1966)

اقبال علماء بریلی کی نظر میں

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے بیٹے مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب کا فتویٰ

ڈاکٹر اقبال کے بعض اشعار کا حکم

117 مسئلہ؛

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ علامہ اقبال نے جو شکوہ لکھا ہے اس سے ان پر کفر عائد ہوا اور جواب شکوہ سے کوئی توبہ ظاہر نہیں ہوتی۔ زبانی لوگ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے توبہ کی کیا ایسی کوئی کتاب ان کی ہے کہ جس سے توبہ ثابت ہوتی ہو یا علمائے اہلسنت کے علم میں کہ توبہ انہوں نے کی؟ جواب سے مطلع فرمائیں۔ عین کرم ہو گا۔

بینوا توجروا فقط   سائل خادم حاجی مظفر علی بریلی

الجواب؛

شکوہ کے جواب میں جواب شکوہ لکھا اس میں اور کفریات بکے۔ شکوہ سے توبہ تو نہ کی۔ نئی نسلوں نے ڈاکٹر کی بجائے علامہ کہنا لکھنا شروع کر دیا۔ اس کی توبہ بعد جواب شکوہ لوگ کہتے ہیں اس کی کوئی کتاب اور کوئی مضمون میری نظر سے نہیں گزرا ہے کیف و قد قیل کے لحاظ سے اگر کوئی اب کف لسان کرے شکوہ اور جواب شکوہ کو کفریات جانے تو اس پر کوئی

مواخذہ نہ ہونا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ مفتی اعظم جلد پنجم صفحہ 358 مطبوعہ اکبر بک کارنر لاہور)

مذکورہ بالا فتوے کی روشنی میں اقبال کا بارگاہ رب العزت میں شکوہ کفر ہے۔ اب وہ لوگ جو اپنی ناموری کے لیے شکوہ و جواب شکوہ کی شرح لکھ کر کفر کی تعریف و تحسین کرتے ہیں اور اس کو الہامی کلام قرار دیتے ہیں اپنے ایمان کی فکر کریں۔ فافہم وتدبر

خلیفہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی۔ سید دیدار علی شاہ صاحب خطیب مسجد وزیر خان و ناظم اعلیٰ جامعہ حزب الاحناف لاہور کا فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور حامیان شرع مبین اس مسئلے میں کہ ایک شخص اشعار میں آفتاب کو خدائی صفات کے ساتھ متصف کرے اور اس سے مرادیں طلب کرے، آخرت پر یقین نہ رکھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر سے استہزا کرے، علمائے کرام اور پیران عظام پر آوازیں کسے اور انہیں بُرے خطابات سے یاد کرے۔ ہندوؤں کے ایک بزرگ کو جسے وہ خدا کا اوتار مانتے ہیں، امام اور چراغ ہدایت کے الفاظ سے یاد کرے اور اس کی تعریف میں رطب اللسان ہو۔ کیا ایسا آدمی اسلام پر ہے یا کفر پر؟ اس کے ساتھ لین دین، نشست و برخاست اور ہر طرح کا مقاطعہ کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے یا ناجائز اور نہ کرنے والوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔ اشعار حسب ذیل ہیں؛

1۔ اے آفتاب! ہم کو ضیائے شعور دے

چشم خرد کو اپنی تجلی سے نور دے

ہے محفل وجود کا ساماں طراز تو

یزدانِ ساکنانِ نشیب و فراز تو

ہر چیز کی حیات کا پروردگار تو

زائیدگانِ نور کا ہے تاجدار تو

نے ابتدا کوئی، نہ کوئی انتہا تری

آزادِ قیدِ اوّل و آخر ضیا تری

(ترجمہ گایتری منتر)

2۔ کہاں کا آنا، کہاں کا جانا، فریب ہے امتیازِ عقبیٰ
نمود ہر شے میں ہے ہماری، کوئی ہمارا وطن نہیں ہے

3۔ خصوصیت نہیں کچھ اس میں، اے کلیم! تری
شجر حجر بھی خدا سے کلام کرتے ہیں

4۔ غضب ہیں یہ مرشدانِ خود بیں، خدا تری قوم کو بچائے
بگاڑ کر تیرے مسلموں کو، یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں

رام کی تعریف میں فرماتے ہیں:

اس دیس میں ہوئے ہیں ہزاروں ملک سرشت

مشہور جن کے دم سے ہے دنیا میں نام ہند

ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز

اہل نظر سمجھتے ہیں اس کو امام ہند

اعجاز، اس چراغِ ہدایت کا ہے یہی

روشن تر از سحر ہے، زمانے میں شامِ ہند

تلوار کا دھنی تھا، شجاعت میں فرد تھا

پاکیزگی میں جوشِ محبت میں فرد تھا

(المستفتی پیرزادہ محمد صدیق سہارنپوری)

فتویٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"اسم پروردگار اور یزداں عرفاً مخصوص ذاتِ جناب باری ہے اور اوتار ہنود کے نزدیک خدا کے جنم لینے کو کہتے ہیں۔ اندریں صورت یزداں اور پروردگار آفتاب کو کہنا صریح کفر ہے۔ علیٰ ہذا خدا کے جنم لینے کا عقیدہ بھی کفر اور توہین موسیٰ علیہ السلام بھی کفر اور توہین بزرگان دین فسق۔ لہذا جب تک ان کفریات سے قائل اشعار مذکورہ توبہ نہ کرے، اس سے ملنا جلنا تمام مسلمان ترک کر دیں، ورنہ سخت گنہگار ہوں گے"۔

(ابو محمد دیدار علی، خطیب فی مسجد وزیر خان المرحوم)

(ذکر اقبال صفحہ 125-126 عبدالمجید سالک)

(زمیندار 15 اکتوبر 1925 مولوی ظفر علی خان)

(زندہ رود صفحہ 352-353 جاوید اقبال)

مولٰنا طیب داناپوری فاضل مرکز حزب الاحناف لاہور کا فتویٰ

تجانب اہلسنت نامی کتاب کے صفحہ 334 سے لیکر صفحہ 354 تک اقبال کے اشعار پر اقبال کی خوب خبر لی ہے۔ مذکورہ کتاب پر آستانہ مارہرہ اور مشہور بریلوی مناظر مولٰنا حشمت علی لکھنوی کی تقریظ بھی موجود ہے۔

علامہ غلام رسول سعیدی کا فتویٰ

جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور کی سابقہ اور جامعہ نعیمیہ کراچی کے شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی شان میں نازیبا اور گستاخانہ کلمات

ایذاء کا معنی ہے تنگ کرنا، ستانا، دکھ پہنچانا، اللہ تعالیٰ کو دکھ پہنچانا اور ستانا محال ہے، اس لیے اس سے یہاں مراد ہے کہ وہ ایسے افعال کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند تھے اور ایسی باتیں کہتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث تھیں، وہ ایمان نہیں لاتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرتے تھے اور اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کے لیے شریک مانتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر اس کے بیٹے ہیں، اور فرشتوں کو اس کی بیٹیاں کہتے تھے، مخلوق کے دوبارہ پیدا کرنے کو محال سمجھتے تھے، اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی صفات میں الحاد کرتے تھے، زمانے کو برا کہتے تھے، اپنے ہاتھوں سے بت تراش کر ان کو خدا کہتے تھے، یہودیوں نے کہا اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، نیز انہوں نے کہا اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں، یہ اس زمانہ کے یہود و نصاریٰ اور مشرکین تھے جنہوں نے اللہ عزوجل کے متعلق ایسے گستاخانہ کلمات کہے، ہمارے زمانہ میں ڈاکٹر اقبال نے اللہ عزوجل کے متعلق ایذاء دینے والے گستاخانہ کلمات کہے، وہ کہتا ہے:

ترے شیشے میں مے باقی نہیں ہے
بتا کیا تو میرا ساقی نہیں ہے

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم
بخیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے۔

(بال جبریل ص2، کلیات اقبال ص171)

نیز ڈاکٹر اقبال نے کہا:

فارغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا
یا اپنا گریباں چاک یا دامن یزداں چاک

(کلیات اقبال ص192)

ڈاکٹر اقبال کو خود بھی اعتراف تھا کہ وہ بارگاہِ الوہیت میں گستاخ ہے، وہ کہتا ہے:

یارب یہ جہان گزراں خوب ہے لیکن
کیوں خوار ہیں مردان صفا کیش و ہنر مند

حاضر ہیں کلیسا میں کباب و مے گلگوں
مسجد میں دھرا کیا ہے بجز موعظہ و پند

فردوس جو تیرا ہے کسی نے نہیں دیکھا
فرنگ کا ہر قریہ ہے فردوس کی مانند

چپ رہ نہ سکا حضرت یزداں میں بھی اقبال
کرتا کوئی اس بندہ گستاخ کا منہ بند

(کلیات اقبال ص184-185 ملتقطاً)

(تفسیر تبیان القرآن جلد9، صفحہ 591)

دوسری جگہ پہ لکھتے ہیں:

حافظ شیرازی کے چاہنے والوں نے اس کے جواب میں ڈاکٹر اقبال کی بہت مذمت کی اور ان کی ہجو میں بہت اشعار لکھے ایک شعر یہ ہے:

الخلد از بد سگالاں الحذر　　　الحذر از شغالاں الحذر

چنانچہ ڈاکٹر اقبال نے اسرار خودی کے مقدمہ میں حافظ شیرازی کی ہجو والے تمام اشعار نکال دیئے، میں سوچتا ہوں کہ اس زمانے میں حافظ کے چاہنے والے تو تھے خدا کا چاہنے والا کوئی نہ تھا ورنہ ڈاکٹر اقبال، اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخانہ اشعار کو بھی نکال دیتے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی شان میں فقیر کا لفظ نہ سنے سکے اور برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی شان میں بخیل کا لفظ خاموشی سے سن لیا حالانکہ بخیل کا لفظ میں فقیر کی بہ نسبت زیادہ توہین ہے۔ شاید اس زمانہ میں صدیق اکبر کی طرح غیر مند کوئی مسلمان نہیں تھا!

(تفسیر تبیان القرآن جلد 2 صفحہ 496)

حرفِ آخر

قارئینِ اوراق راقم الحروف نے ڈاکٹر اقبال کے متعلق چند حقائق اور تمام مکاتب فکر کے علماء کے فتاوی جات آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ حوالہ جات اور نقل عبارت میں بددیانتی یا تعصب سے کام نہیں لیا۔ جس کو شک و شبہ ہو وہ اصل کتابوں کی طرف مراجعت کر کے حوالہ جات چیک کر لے۔ جو بھی شخص اقبال کو مکمل پڑھے گا نتیجہ یہی نکالے گا جو راقم نے بیان کر دیا ہے۔ اب آپ خود فیصلہ کر کے ڈاکٹر اقبال کا مقام متعین کر لیں۔ و گرنہ ڈاکٹر اقبال کی تقریر و تحریر میں متعدد اور بھی چیزیں موجود ہیں جن پر شرعی گرفت ہو سکتی ہے لیکن فرصت نہ ہونے کی وجہ سے راقم الحروف انہی حوالہ جات پر اکتفا کرتا ہے۔ سمجھنے والے کے لیے یہی بہت ہے اور ضدی ہٹ دھرم کے لیے دفتر بھی ناکافی ہیں۔

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے

- اقبال کے فاسد افکار و نظریات کا بیان
- اللہ تعالیٰ کے بارے میں اقبال کے فاسد نظریات
- انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں اقبال کے افکارِ فاسدہ
- علماء و مشائخ کی اہانتیں
- انگریز نوازی، ہندو نوازی، سکھ نوازی، قادیانیت نوازی۔ اقبال

ادارہ اقبال شناسی